www.urducouncil.nic.in

جنوری 2023، قیمت :- ₹10

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly **BACHON KI DUNIYA**, New Delhi

یومِ جمہوریہ مبارک

بچوں کے قلمکاروں کے لیے سوالنامہ

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میں بچوں کے قلمکاروں سے انٹرویوز کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے تاکہ بچوں کو قلمکاروں اور کتابوں کے بارے میں معلومات کے ساتھ ساتھ اپنا مستقبل اور کریئر بہتر بنانے کے لیے نئی روشنی اور نئی راہ بھی مل سکے۔ یہ ادارے کی طرف سے تیار کردہ سوالات ہیں، ان کے جوابات ادب اطفال سے جڑا ہوا کوئی بھی قلمکار دے سکتا ہے۔

1 بچپن کی کون سی باتیں/شوخیاں/شرارتیں اب بھی آپ کو بہت یاد آتی ہیں؟
2 بچپن میں آپ کے پسندیدہ مصنّفین کون تھے اور اب کون ہیں؟
3 بچپن میں کس کتاب نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟
4 بچپن میں بچوں کے کون سے رسائل آپ پڑھتے تھے؟
5 بچوں کے ذہنی اور فکری ارتقا کے لیے کون سی کتابیں زیادہ مفید ہیں؟
6 زبان و بیان کو بہتر بنانے کے لیے کن مصنّفین کی کتابیں بچوں کے لیے رہنما ثابت ہو سکتی ہیں؟
7 مستقبل اور اپنے کریئر کو سنوارنے کے لیے بچوں کو کن موضوعات اور کتابوں کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ثابت ہوگا؟

---

8 اپنے سوانحی اور تعلیمی کوائف کے بارے میں کچھ بتائیں؟
9 آپ کو بچوں کے لیے لکھنے کا خیال کب اور کیسے آیا؟
10 آپ کی پہلی تخلیق، کب اور کس رسالے میں شائع ہوئی؟
11 آپ کے مرکزی موضوعات کیا ہیں؟
12 کتاب لکھنے سے پہلے آپ بچوں کی نفسیات اور ذہنی مطالبات پر ریسرچ کرتے ہیں یا نہیں؟
13 بچوں کے لیے لکھتے ہوئے آپ کو کس طرح کی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟
14 ادیب اطفال کی حیثیت سے ادبی اور علمی حلقے میں آپ کی قدر ہوتی ہے یا نہیں؟
15 کیا آپ اب بھی بچوں کے لیے لکھی گئی کتابیں پڑھتے ہیں؟
16 انگریزی اور دیگر زبانوں میں شائع ہونے والے کون سے رسالے بچوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں؟
17 کیا اردو میں بچوں کے لیے انگریزی، تیلگو اور دیگر زبانوں جیسا شائع ہونے والا کوئی مکمل رسالہ موجود ہے؟
18 بچوں کے ادب پر جو رسائل شائع ہو رہے ہیں، ان کے مواد اور زبان و بیان سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟
19 معاصر ادب اطفال سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟
20 بچوں کے لیے لکھتے ہوئے آج کے دور میں کن موضوعات پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے؟
21 بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کچھ مفید تجاویز اور مشورے!
22 ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میں آپ کس نوع کی تبدیلی چاہتے ہیں؟
23 بچوں کے لیے آپ کا کوئی پیغام!

*** جوابات کے ساتھ پاسپورٹ سائز تصویر اپنی کتابوں کا عکس ضرور ارسال کریں۔**

بچوں کی دنیا

جلد: 11 شمارہ: 01 جنوری 2023

مدیر: ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

مدیر منتظم: ڈاکٹر شمع کوثر یزدانی

معاون مدیر: ڈاکٹر مسرت

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارتِ تعلیم، محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون: 49539000

شعبہ ادارت: 11-49539009

ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in

ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10 روپے، سالانہ /100 روپے

▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی - 110066
فون: 26109746

ای میل: sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجدیار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد - 500002
فون: 040-24415194

اس شمارے میں

اداریہ	مدیر	04
ڈاک خانہ	قارئین	05
مضامین		
بچوں کے مولوی محمد حسین آزاد	شاداب شمیم	07
مولانا محمد علی جوہر ایک ہمہ جہت شخصیت	وسیم سعید	11
جشن جمہوریت اور سال نو		
چھبیس جنوری	کلیم رہبر	15
نئے سال کا پیام	محمد رفیع انصاری	16
انٹرویو		
شاعر اور ادیب کو بچہ بن کر لکھنا چاہیے	حشمت کمال پاشا	17
نظمیں		
سردی کا زمانہ آیا ہے	محمد شفیع الدین نیر	20
بچوں کے دوہے	ابواللیث جاوید	21
اللہ کی زمین	عبدالرؤف صابر رحیمی	21
واقف ہر ایک فرد ہو ماحولیات سے	محمد اشرف مالیگ	22
نئی صبح	شاد اعظمی ندوی	23
سرد موسم میں ہوں گرم کپڑے	مہناز بانو	24
چھترپتی شیواجی	عمران شجر	25
چراغوں کی طرف آؤ	محمد ناظم الدین جوہر	26
آؤ عہد کریں	شکیل احمد تہذیبی	26
پرانی فائل سے		
عجیب پھول	ابرار محسن	27
اصلی شہزادی	اظہر افسر	30
ڈراما		
اشکال کا درد	مشتاق کریمی	32
کہانیاں		
تحفہ میں گھوڑا	رئیس صدیقی	36
زندگی آموز	سیدہ نوشاد بیگم محمود	38
گوشت خور پودے	شاہ تاج خان	40
اسکول بیگ	عذرا سہیل	45
شکوے بابا سے	فاضلہ الفت	47
ریحان کا جذبہ	اسید اشہر	49
بچوں کا کتب خانہ		
ہمارا قومی گیت/ سید ابراہیم فکری	نایاب حسن	51
سائنس نامہ		
میں قدرت کا عظیم شاہکار کلوروپلاسٹ	رفیع الدین ناصر	53
زبان شناسی		
'بات' کی باتیں		56
کہکشاں		
چمن چمن کے پھول		58
ننھے فنکار		
پینٹنگ		59
خبر نامہ		
خبرنامہ		61

پیارے بچو! نیا سال 2023 بہت بہت مبارک۔ نئے سال میں نئے حوصلے اور نئے عزم کے ساتھ آپ اپنے مقصد کی طرف گامزن ہوں، نیا سال آپ کے لیے خوشی و کامرانی لے کر آئے، آپ نئے سال میں نئے منصوبے بنائیں اور اس پر مثبت سوچ اور پوری کوشش کے ساتھ عمل کریں، نیا سال ہمارے لیے نیا لائحہ عمل طے کرنے کا بھی وقت ہوتا ہے، جس طرح کی منصوبہ بندی

ہم اس وقت کریں گے اور اپنے قیمتی اوقات کا صحیح استعمال کریں گے تو یہی چیزیں ہمیں بیش قیمت اور نایاب بنا سکتی ہیں، آپ ابھی چھوٹے ہیں، بہت سی چیزوں سے ناواقف ہوں گے، تو آپ کے لیے زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ اپنے والدین اور اساتذہ سے مل کر مستقبل کی پلاننگ کریں، جس مضمون سے بھی آپ کو دلچسپی ہو اس پر کھل کر ان سے بات کریں، اور ان کے مشورے پر عمل کریں۔ یقین جانیں آج کی یہ کوشش مستقبل میں آپ کو کامیاب و کامران کرے گی۔ نصابی کتب کے علاوہ دیگر مضامین کا مطالعہ بھی یقیناً آپ کے لیے سودمند ہوگا۔
آج کل تو ٹیکنالوجی کا دور ہے صرف ایک بٹن دبانے سے آپ پوری دنیا سے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں اور ہر طرح کے موضوعات، مضامین اور دیگر قابل استفادہ چیزوں سے اپنے اوقات کو قیمتی بنا سکتے ہیں۔ بچو! آپ گذرے ہوئے سال کا ضرور محاسبہ کریں کہ اس میں آپ نے کیا کھویا، کیا پایا، لکھنے پڑھنے میں کیا کمیاں رہ گئیں، کیونکہ وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو اپنی غلطیوں کی اصلاح کرتے ہیں، اور ماضی میں جو کمی رہ گئی ہے اسے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

پیارے بچو! نئے سال کی ابتدا کے ساتھ ہی ہمارے لیے ایک اور خوشی کی بات یہ ہے کہ 26 جنوری کو ہم لوگ یوم جمہوریہ مناتے ہیں۔ 15 اگست اور 26 جنوری دونوں ہمارے لیے بہت اہم ہیں، 15 اگست کو ملک کی آزادی کی خاطر قربان ہونے والے جانباز مجاہدین آزادی کو یاد کیا جاتا ہے اور ان کی قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے، 26 جنوری 1950 کو ہمارے ملک میں آئین ہند کا مکمل نفاذ ہوا تھا، اس دن کو قومی تہوار کے طور پر منایا جاتا ہے اور شاندار تقریب کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، جس میں صدر، نائب صدر، وزیراعظم وغیرہ شریک ہوتے ہیں، اس میں ملک کی فوجی طاقت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، مختلف صوبوں کی جھانکی بھی پیش کی جاتی ہے جس میں وہاں کی تہذیب و ثقافت، رہن سہن کی جھلک نظر آتی ہے۔ ملک کی الگ الگ ریاستوں، اسکولوں اور کالجز میں بھی اس دن تقریب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

بچو! آپ بھی اس طرح کے پروگرام میں ضرور شریک ہوں اور یہ عہد کریں کہ ہر حال میں اپنے ملک کی جمہوریت اور آئین کی حفاظت کریں گے۔

آپ کا

ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

ڈاک خانہ

ہم سب طالبات 'بچوں کی دنیا' دہلی کا نام سن کر ہی خوش ہوجاتی ہیں، دسمبر 2022 کا تازہ شمارہ بروقت موصول ہوا۔ سرورق بہت ہی دیدہ زیب ہے۔ اسے پلٹتے ہی ڈاک خانہ کالم پر نظر پڑی جس میں شائع شدہ ہمارے اسکول کی طالبات جو لائبریری میں بچوں کی دنیا کا مطالعہ کررہی ہیں، کی تصویر دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ سبھی طالبات اس پسندیدہ رسالے کو بہت ہی پابندی سے پڑھتی ہیں۔ اس شمارے میں گلوبل وارمنگ، بارش کے موسم میں، بچوں کی نباتاتی سرگرمیاں، اردو کو عام کردے، ٹارگیٹ، اشعار، پینٹنگ وغیرہ سبھی مشمولات بہت دلچسپ ہیں، بالخصوص ہماری ہم جماعت تحریم مرزا کی کہانی 'کالا مینڈک' شائع کرکے آپ نے سبھی طالبات میں ایک نیا جوش بھر دیا ہے جس سے بیشتر طالبات کچھ نہ کچھ لکھنے کی کوشش کرنے لگی ہیں، ایک عجیب سا ماحول بن گیا ہے جس کے لیے ہم اپنے استاد جاوید رانا کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ رسالے سے متعارف کروایا اور پڑھنے کے لیے اکسایا، مزید ہم سب 'بچوں کی دنیا' کی پوری ٹیم کے مشکور ہیں جس کی وجہ سے حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ سے دعا گو ہوں کہ رسالہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔

مدیحہ کوثر حکیم اللہ، درجہ 12، گورنمنٹ اردو گرلس ہائر سیکنڈری اسکول

حریر پورہ، برہان پورہ، مدھیہ پردیش

'بچوں کی دنیا' نومبر 2022 کا شمارہ ہمدست ہوا، بڑا ہی رنگین پرچہ ہے۔ نومبر سے ٹھنڈ شروع ہوجاتی ہے پر دیکھو سرورق پر معصوم بچے ٹھنڈ میں بیٹھے اپنے اپنے موبائل فون سے لطف اندوز ہورہے ہیں۔ ذرا دیر بعد یہ اپنے فون بند کرکے 'بچوں کی دنیا' کھول لیں گے جس میں بہت سارے اچھے اچھے مضامین ہیں۔ خوب لطف آتا ہے اور ہاں، صفحہ 27 پر 'ایک بے سر پیر کی کہانی' دی گئی ہے۔ کیا ہی دلچسپ کہانی ہے۔ دماغ کی ورزش ہوجاتی ہے اور ذہن تازگی محسوس کرتا ہے۔ اس سے سوچنے کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔ جس سے ہر مسئلہ حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ دوسرے مضامین اور نظمیں بھی نہایت مزیدار ہیں، تو پھر ہوم ورک کے بعد اپنا پیارا رسالہ 'بچوں کی دنیا' پڑھ کر اپنی معلومات

میں مزید اضافہ کیجیے۔

مصطفیٰ ندیم خاں غوری، بی-11، گرین ویلی، روضہ باغ، اورنگ آباد، مہاراشٹر

رسالہ 'بچوں کی دنیا' پڑھنے کا موقع ملا۔ اس مرتبہ یہ رسالہ ہمارے ملک کی عظیم ہستی باپو کے نام تھا۔ ان کی زندگی ہم سب کے لیے سبق آموز ہے۔ نئی صدی کے بچے ان کی زندگی سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

جناب عبدالودود انصاری کا مضمون 'نئے قلم کار پیدا کرنے کی ضرورت ہے' واقعی بچوں کے لیے ایک سبق ہے، بچپن اور شرارت ایک سکہ کے دو رخ ہوتے ہیں۔ بڑے ہو کر احساس ہوتا ہے کہ وہ شرارتیں نہیں کرنی چاہیے تھیں، لیکن شرارت بچوں کی فطرت ہے جس کے بغیر بچپن ادھورا ہے۔ وہ بچہ ہی کیا جو شرارت نہ کرے۔ آجکل بچوں کی کتابوں کی بھرمار ہے لیکن ان کتابوں کو بچوں کو دستیاب کرانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ متعدد اسکولوں اور مدرسوں میں لائبریریاں نہیں ہیں اور اگر ہیں بھی تو وہاں اردو کی تازہ ترین کتابیں نہیں ہیں۔ کاش کہ سائنسی مصنفوں اور ادیبوں کی تازہ ترین کتابیں بچوں کے اسکولوں اور مدرسوں کی لائبریریوں میں دستیاب ہو جائیں۔ خاص طور پر آج کل بچوں کو اسپیس سے متعلق اور اسپیس فکشن کی کتابوں کی سخت ضرورت ہے تاکہ وہ بڑے ہو کر اکیسویں صدی میں سائنس اور تکنیک سے قدم ملا کر چلا سکیں۔ جناب ودود انصاری کا مضمون بچوں اور بڑوں کے لیے ایک نئی راہ ہے، جس پر عمل کرنے سے سائنس اور ادب کے تعلق سے نئے قلم کار پیدا ہو سکتے ہیں۔ مجھے پوری امید ہے کہ بچے اس مضمون کو پڑھ کر بڑے ہونے کے بعد سائنسی مصنف ادیب بن جائیں گے۔ اس مضمون کے مصنف کو مبارکباد!

انیس الحسن صدیقی، 679، سیکٹر 22B، گرگرام (ہریانہ)

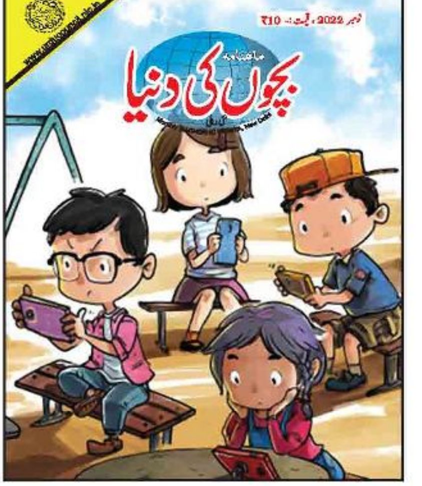

ڈاک خانہ کے تحت میرا خط شائع کرنے کا شکریہ! میری خواہش ہے کہ قومی اردو کونسل اپنے ادارے سے شائع شدہ کتابوں کی اشاعت کی تشہیر بچوں کی دنیا کے توسط سے بھی کرے تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ یہ ادارہ کس طرح کی کتابیں چھاپتا ہے، اس سے ہر عمر کے لوگوں میں قومی اردو کونسل سے شائع ہونے والی کتابوں کی تشہیر کے ساتھ ان کی فروخت بھی ہوگی۔ موجودہ دور انٹرنیٹ کا ضرور ہے، مگر ہر شخص کتابوں کا مطالعہ نیٹ یا گوگل کے ذریعہ نہیں کرتا ہے، ایسے بہت سارے افراد آج بھی ہیں جو کتابیں اپنی لائبریری میں رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ حضرات اپنے ادارے کی کتابیں اگر یہاں کے بک اسٹال پر مہیا کرا دیں تو ہر وہ شخص جو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان سے ناواقف ہے اور دور دراز گاؤں میں رہتا ہے، وہ بھی اس ادارے کی کتابوں کے بارے میں جانکاری حاصل کرنے کے ساتھ ان کی خریداری بھی کر سکتا ہے۔ اس سے قارئین کے ساتھ ساتھ ادارے کا بھی فائدہ ہوگا، کیونکہ دہلی سے کتابیں منگوانا از حد مشکل ہے۔

عبدالمجید مکرو، اننت نگر، کشمیر

شاداب شمیم

بچوں کے مولوی محمد حسین آزاد

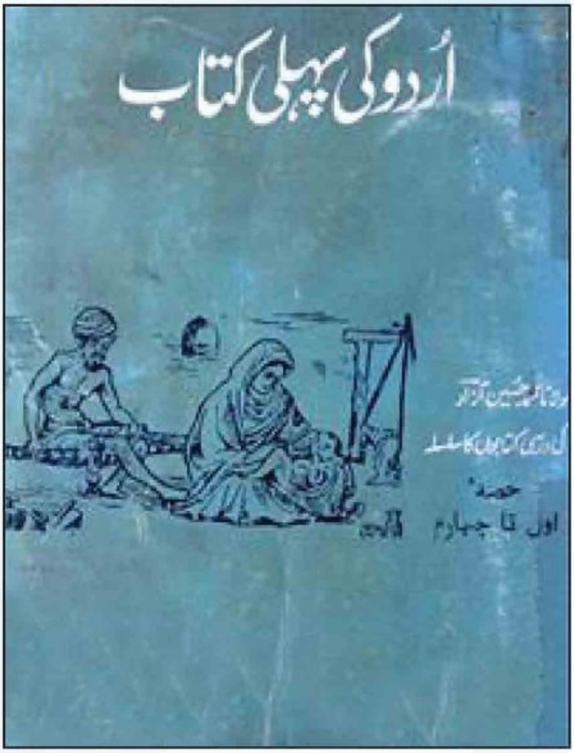

بچو! محمد حسین آزاد اردو کے مشہور ومعروف شاعروادیب ہیں، انھوں نے مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کی ہیں، ان کی کئی کتابیں اسکولوں اور کالجوں کے نصاب میں شامل ہیں۔ انشائیہ نگار، تذکرہ نگار اور مترجم ومحقق کی حیثیت سے تو وہ مشہور ومعروف ہیں ہی، اس کے علاوہ انھوں نے بچوں کے لیے بھی درسی کتابیں تیار کی ہیں جو ان کا اہم اور یادگار کارنامہ ہے، انھوں نے ایسے وقت میں اس کام کا ذمہ لیا جب ان کے سامنے درسی کتب کا کوئی نمونہ نہیں تھا۔ آزاد نے درسی کتب کی تیاری میں بچوں کی نفسیات اور ان کی ذہنی سطح کو خاص طور پر پیش نظر رکھا، ساتھ ہی اس بات کا بھی خاص خیال رکھا کہ انداز اور اسلوب سادہ ہو جس سے بچوں کو پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ انھوں نے اردو کی پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی کتاب اور فارسی کی پہلی، دوسری کتاب کے علاوہ کچھ اور کتابیں ابتدائی بچوں کے لیے ترتیب دی، جسے اس وقت بہت پسند کیا گیا۔

مولوی آزاد نے بچوں کے لیے بہت پیاری نظمیں تحریر کی ہیں، ان کی ایک نظم 'محنت کرو' کے چند اشعار دیکھیے۔

ہے امتحان سر پر کھڑا محنت کرو محنت کرو
باندھو کمر بیٹھے ہو کیا محنت کرو محنت کرو
بے شک پڑھائی ہے سوا اور وقت ہے تھوڑا رہا
ہے ایسی مشکل بات کیا محنت کرو محنت کرو
محنت کرو انعام لو انعام پر اکرام لو
جو چاہوگے مل جائے گا محنت کرو محنت کرو

اس نظم میں انھوں نے بچوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ خوب محنت کریں، دل لگا کر پڑھیں، دنیا میں کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، محنت سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے، تو خوب محنت کیجیے اور من چاہی منزل حاصل کیجیے، ایک بات یاد رکھیں کہ بغیر محنت کے کوئی بھی چیز حاصل نہیں ہوتی، اس لیے محنت کو اپنے اوپر لازم کر لیجیے۔ اب ہم محمد حسین آزاد کی زندگی اور ان کی ادبی خدمات پر روشنی ڈالتے ہیں جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ انھوں نے مشکل حالات اور ماحول کے باوجود اپنے مشن اور اپنے کام کو جاری رکھا۔

شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد 10 جون 1830 کو دہلی میں پیدا ہوئے، ان کے اجداد ایران سے پہلے کشمیر آئے

میری پیاری اماں

نہ کچھ مجھ میں طاقت تھی جس آن اماں
تمھیں سب طرح تھیں نگہبان اماں
مری پیاری اماں مری جان اماں
تھپک کر محبت سے تم نے سلایا
مجھے سکھ دیا آپ ہے دکھ اٹھایا
کبھی اپنی گودی میں مجھ کو لٹانا
کبھی پیار کرنا گلے سے لگانا
مری پیاری اماں مری جان اماں
تو اس فکر میں رات تم نے گنوائی
کبھی کوئی میٹھی سی لوری سنائی
تمھیں نے ہے اچھا طریقہ سکھایا
تمھیں نے گناہوں سے مجھ کو بچایا
مری پیاری اماں مری جان اماں
اٹھائی مرے واسطے سخت محنت
تمھاری بجالاؤں ہر طرح خدمت

نہ اچھے برے کی تھی پہچان اماں
تمھیں کو تھا ہر دم مرا دھیان اماں
مجھے پیار سے دودھ تم نے پلایا
بہت دن مجھے گودیوں میں پھرایا
مری پیاری اماں مری جان اماں
کبھی میٹھی باتوں سے مجھ کو ہنسانا
نہ بھولوں گا میں عمر بھر وہ زمانہ
جو دکھ سے کبھی نیند مجھ کو نہ آئی
کبھی کچھ دوائی کھلائی پلائی
مری پیاری اماں مری جان اماں
تمھیں نے ہے رستہ خدا کا بتایا
تمھیں نے مجھے آدمی ہے بنایا
بہت کی مرے ساتھ تم نے محبت
اگر دے خدا مجھ کو عمر اور دولت
مری پیاری اماں مری جان اماں

اور پھر شاہ عالم ثانی کے زمانے میں دہلی آ گئے اور اپنے علم وفضل کی وجہ سے بہت جلد مشہور ہوئے، آزاد اپنے والد سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دلی کالج میں داخل ہوئے جہاں ان کی ملاقات ڈپٹی نذیر احمد ،ذکاء اللہ اور پیارے لال آشوب سے ہوئی ،ان حضرات نے آزاد کو بہت متاثر کیا ،ان لوگوں کے ساتھ رہ کر بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا،ان کے والد کا نام محمد باقر تھا، جنھوں نے 1836 میں اردو کا مشہور اخبار 'دہلی اردو اخبار' نکالا، ان کے والد اور ذوق میں دوستی تھی اس لیے ان کے والد آزاد کو چھٹی کے وقت ذوق کے یہاں بھیج دیا کرتے تھے،ان کی صحبت کے نتیجے میں آزاد کو شعر گوئی کا شوق ہوا اور استاد ذوق سے اصلاح لینے لگے، تعلیم سے فراغت کے بعد آزاد بھی دہلی اردو اخبار سے منسلک ہو گئے، ان کے اسلوب تحریر کو بہت پسند کیا جانے لگا، اکثر وہ ایسٹ انڈیا کمپنی

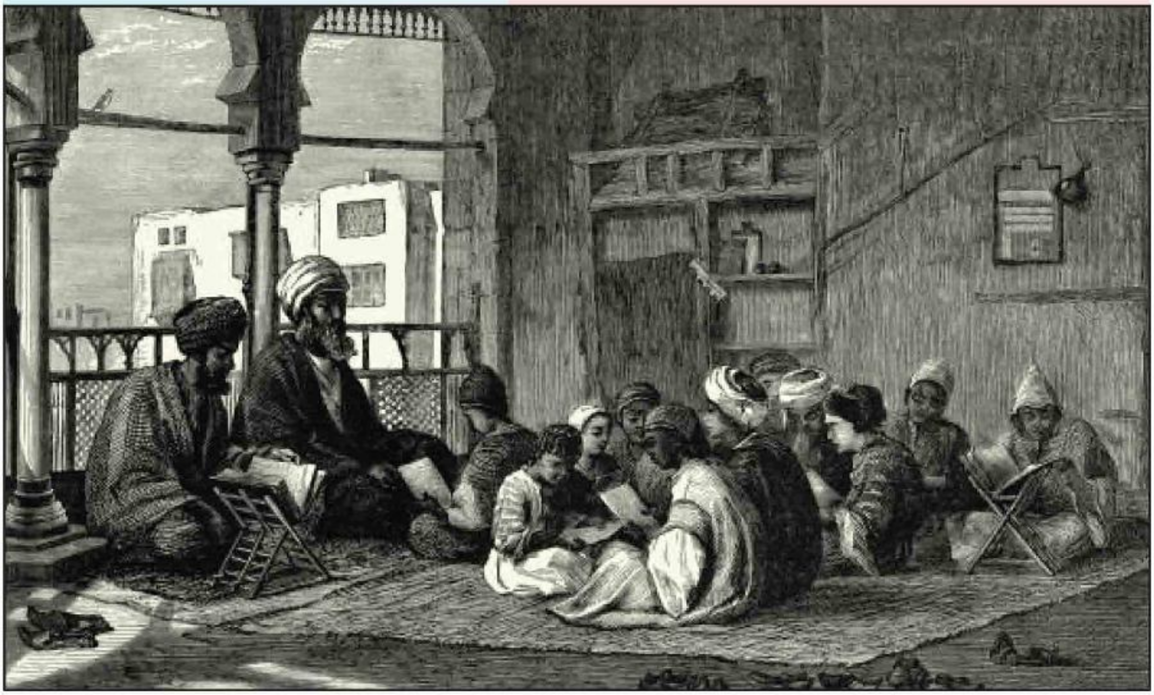

صفائی

آؤ لڑکو کچھ تمھیں باتیں بتائیں
فائدے کچھ کچھ صفائی کے جتائیں
صاف رکھو جسم اور اجلا لباس
تاکہ سب تم کو بٹھائیں اپنے پاس
صاف رہنے سے رکھو تم خوب یاد
دل رہا کرتا ہے ہر دم شاد شاد
یاد رکھو خوب، ننگے پاؤں بھی
مت پھرو ہرگز یہ عادت ہے بری
دیکھو مٹی میں نہ کھیلو اے عزیز
مت اڑاؤ خاک، تم سیکھو تمیز
بات تم کو اک بتائیں اور ہم
اپنے کپڑوں سے نہ پونچھو تم قلم
روشنائی سے نہ بستے کو بھرو
اس کو ہر دم صاف اور اجلا رکھو
صاف اور اجلی رکھو اپنی کتاب
ہاتھ میلے مت لگیں، ہوگی خراب
اب سنائیں تم کو اک قصہ نیا
ہے سگے دو بھائیوں کا ماجرا
اجلے پن سے ایک کو عزت ملی
میلے پن سے ایک کو ذلت ملی
ایک حلوائی کے ہاں بیٹے تھے دو
پیار سے رکھتا تھا وہ ہر ایک کو
جو بڑا تھا اس کا جوتی نام تھا
تھا جو چھوٹا اس کا موتی نام تھا
دونوں بیٹھے ساتھ پڑھنے مدرسے
اک جماعت میں وہاں داخل ہوئے
یہ رہا کرتے تھے میلے ہر گھڑی
اس لیے یوں سب کو نفرت ان سے تھی
سامنے اک روز دونوں کو بلا
اس طرح استاد سمجھانے لگا
صاف اور اجلے رہو لڑکو سدا
ہر طرح اس میں تمھارا ہے بھلا
ایک تو دل خود تمھارا خوش رہے
دوسرے ہر ایک خوش ہو کر ملے
تم کو میلا پائیں گے افسر اگر
شک نہ جانو ہوں گے ناخوش دیکھ کر
علم سے محروم رہ جاؤ گے تم
اور ساری عمر پچھتاؤ گے تم
تھا اگرچہ عمر میں جوتی بڑا
عمل میں پر اس سے تھا موتی بڑا
جب سنا موتی نے یہ استاد سے
صاف رہنے کا ہوا بس شوق اسے
جب وہ کپڑے دیکھتا میلے ذرا
اور نہ آتا دھل کے جوڑا دوسرا
آپ دھوتا ان کو اپنے ہاتھ سے
صاف اجلا ہو کے جاتا مدرسے
اب یہاں سے تم سنو جوتی کا حال
اس پہ میلے پن نے کیا ڈالا وبال
ایک دن اس مدرسے میں ناگہاں
انسپکٹر آئے لینے امتحان
جب پڑی جوتی پہ صاحب کی نظر
ہو گئے ناخوش اسے وہ دیکھ کر
امتحاں میں بھی نہ جب اچھا رہا
اور بھی اب تو ہوئے صاحب خفا
اس کا جب استاد سے پوچھا سبب
کہلا دیا صاحب سے اس نے حل سب
حال جب صاحب نے سارا سن لیا
ہو خفا جوتی پہ جرمانہ کیا
مدرسے سے جب یہ دونوں آئے گھر
باپ نے دیکھا انھیں بھر کر نظر
ایک کا دل ہے خوشی سے باغ باغ
دوسرے کا جی ہے غم سے داغ داغ
آخر اس کا باپ نے پوچھا سبب
کہہ دیا موتی نے اس سے حال سب
باپ نے موتی کے سر پر پیار سے
ہاتھ پھیرا اور دیے پیسے اسے
اور جوتی سے کہا ہو کر خفا
بے حیا تجھ کو نہیں آتی حیا
دیکھ چھوٹا بھائی تو انعام پائے
تجھ پہ جرمانہ ہو اور ذلت اٹھائے
جب ہوا معلوم جوتی کو یہ حال
سب کے سب ناراض ہیں مجھ سے کل
صاف ستھرا ہو گیا ناچار وہ
نیند سے گویا ہوا ہشیار وہ
اب تو سستی اس کی سب جانے لگی
اور چستی دن بدن آنے لگی
جی لگا کر لکھنے اور پڑھنے لگا
نمبر اس کا دن بدن بڑھنے لگا
امتحاں آ کر جو صاحب نے لیا
سب سے اچھا امتحاں اس نے دیا
دیکھ کر اس کی لیاقت کا یہ حال
خوش ہوا استاد جی کا دل کمال
ہم جماعت آبرو کرنے لگے
سب خوشی سے گفتگو کرنے لگے
خوش بہت اس سے ہوئے ماں باپ بھی
ہو گیا آرام سے وہ آپ بھی

اور اس کے ذمے داروں پر تنقید کیا کرتے تھے، بعد میں اس اخبار کا نام 'اخبار الظفر' رکھ دیا گیا، 1857 کی بغاوت میں ایک انگریز فرانسس ٹیلر جو دہلی کالج کا پرنسپل تھا، کے قتل کے الزام میں مولوی محمد باقر کو گرفتار کیا گیا اور انھیں سزائے موت کا حکم صادر ہوا، اس کے بعد اردو اخبار کی ساری کاپیاں ضبط کر کے آگ کے حوالے کر دی گئیں، اس دردناک حادثے

کے بعد آزاد کو دردر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں اور مجبوراً دہلی چھوڑ کر پورے خاندان کے ساتھ لکھنؤ چلے گئے اور پھر وہاں سے لاہور منتقل ہو گئے ، پہلے ایک ڈاک خانے میں نوکری کی پھر محکمۂ تعلیم میں ملازم ہوئے ، لاہور کے ایک سرکاری اخبار 'اتالیق پنجاب' کے سب ایڈیٹر کے طور پر آپ کا انتخاب ہوا، کچھ وقت کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی و فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

1865 میں انجمن پنجاب قائم کی گئی، اس کے قیام میں ڈاکٹر لائٹنر کی کوششوں کا دخل تھا، اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ قلم کار حضرات کو قدیم موضوعات کے ساتھ ہی جدید موضوعات پر بھی لکھنے کے لیے راغب کیا جائے، ادب، سائنس اور معاشرت وغیرہ پر زیادہ سے زیادہ مضامین لکھے جائیں، اس کے تحت کئی لیکچروں اور جلسوں کا بھی اہتمام کیا گیا جن میں جدید موضوعات پر گفتگو ہوتی تھی، محمد حسین آزاد نے جدید موضوعات پر تقریباً 22 مضامین تحریر کیے اور انھیں جلسوں میں پیش کیا جنھیں لوگوں نے بہت پسند کیا، ان کی صلاحیت اور سرگرمی کو دیکھتے ہوئے 1867 میں ان کو انجمن پنجاب کا سکریٹری بنایا گیا، انھوں نے بڑی خوبی سے اپنی ذمے داری کو نبھایا، 1870 میں انجمن کے اخبار 'رہنمائے پنجاب' کی ادارت کی ذمے داری بھی ان کے سپرد کی گئی، محمد حسین آزاد نے کرنل ہالرائڈ کی سرپرستی میں 1874 میں ایک نئے طرز کے مشاعرے کی داغ بیل ڈالی، اس کا مقصد یہ تھا کہ شاعری کو عشق و عاشقی اور مبالغہ آرائی سے نکال کر اس میں اخلاقی ،قومی اور حقیقی مناظر وغیرہ کو پیش کیا جائے ،اس کے افتتاحی جلسے میں آزاد نے 'نظم اور کلام موزوں' کے عنوان پر ایک موثر تقریر کی اور مثنوی 'شب قدر' پڑھی تھی ،اس جلسے کو جدید اردو نظم کا آغاز بھی کہا جاتا ہے، پہلا موضوعاتی مشاعرہ 30 مئی 1874 کو منعقد ہوا جس کا موضوع 'برسات' تھا، اس مشاعرے میں پہلے سے طے شدہ موضوع پر نظم پڑھی گئی، مولانا حالی نے اپنی مشہور نظم 'برکھارت' اسی پہلے موضوعاتی مشاعرے میں پیش کی تھی۔

مولانا محمد حسین آزاد نے بہت سی اہم کتابیں جیسے سخندان فارس اور نیرنگ خیال اور فلسفۂ الٰہیات وغیرہ تصنیف کی ہیں ،لیکن 'آب حیات' ان کی شاہ کار ہے، اس سے پہلے لکھے گئے تمام تذکروں میں اسے فوقیت حاصل ہے، اس میں اردو شاعروں کا تذکرہ اور ان کا نمونۂ کلام بھی پیش کیا گیا ہے ،اس میں شعری خصوصیت اور تعریف و تحسین کے ساتھ ناقدانہ نظر بھی ڈالی گئی ہے، اس کا اسلوب بھی سادہ اور دلکش ہے، یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، انھوں نے دو بار ایران کا بھی سفر کیا، 1887 میں ملکہ وکٹوریہ کے 50 سالہ جشن تاج پوشی کے موقع پر آزاد کو ان کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں شمس العلما کا خطاب ملا، آزاد پہلے ہندوستانی شاعر و ادیب تھے جنھیں برطانوی حکومت کی طرف سے یہ خطاب ملا، 1889 میں ان پر جنونی کیفیت طاری ہوگئی اور دماغ میں خلل آ گیا تھا جو اخیر عمر تک رہا، 22 جنوری 1910 کو لاہور میں ان کا انتقال ہوا اور وہیں تکیہ گاہ شاہ میں دفن ہوئے۔

■

Md. Shadab Shamim
D-35, Shaheen Bagh, Jamia Nagar
New Delhi - 110025
Mob.: 9643885605

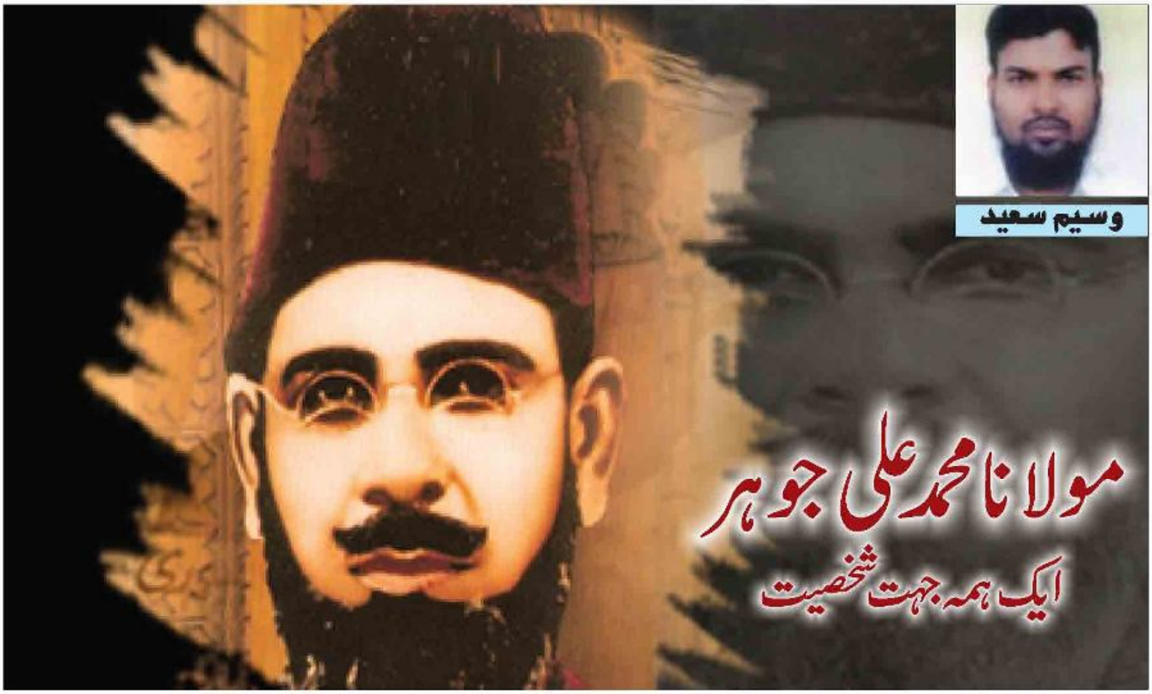

مولانا محمد علی جوہر
ایک ہمہ جہت شخصیت

وسیم سعید

مولانا محمد علی جوہر کی شخصیت کو ایک آتش فشاں پہاڑ یا گلیشیر سے تشبیہ دی جائے تو کچھ زیادہ مبالغہ نہ ہوگا، کیونکہ ان دونوں چیزوں میں عظمت وشان تو موجود ہے لیکن دونوں میں خطرہ اور تباہی بھی ہے۔ایسی ہی عجیب و غریب خصوصیت کے مالک شخص تھے مولانا محمد علی جوہر۔آپ متضاد اور غیر معمولی اوصاف کا مجموعہ تھے۔آپ انگریزی کے بہت بڑے ادیب، زبردست انشا پرداز اور اعلیٰ درجے کے مقرر تھے۔لیکن جب آپ لکھنے اور بولنے پر آجاتے تو اعتدال اور تناسب دونوں ہی نظروں سے اوجھل ہوجاتے تھے اور انمول جواہر پاروں کے ساتھ کنکر اور روڑے بھی بے تکلف چلے آتے تھے۔ آپ وطن کی آزادی کے دلدادہ اور جبر و استبداد کے پکے دشمن تھے۔لیکن اگر کبھی ان کے ہاتھ میں اقتدار آتا تو وہ بہت بڑے جابر اور مستبد بن جاتے تھے۔آپ محبت ومروت کا پتلا تھے اور دوستوں پر جان نثار کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار بھی رہتے تھے۔لیکن بعض اوقات ذرا سی بات پر اس قدر آگ بگولا ہوجاتے تھے کہ دوستی اور محبت طاق پر دھری رہ جاتی۔آپ کے دوست بھی جاں نثار اور فدائی تھے، لیکن آپ سے اس طرح بچتے تھے جیسے آتش پرست آگ سے بچتا ہے۔مولانا محمد علی جوہر اپنے رفیقوں اور ہمسفر کے ساتھ بڑی شفقت اور عنایت سے پیش آیا کرتے تھے۔آپ لوگوں سے حسن سلوک کیا کرتے لیکن جب مزاج بگڑتا تو آپے سے باہر ہوجایا کرتے تھے۔ اسی لیے ان کی اپنے ہمکاروں سے نباہ نہ ہوسکی اور وہ لوگ جن کو آپ چن چن کر لائے تھے آخر کار ایک ایک کر کے جدا ہوگئے۔ یوں تو آپ ایک مدت تک عزیز مذہب سے بیگانہ تھے مگر جب اس طرف متوجہ ہوئے تو ایسا لگا کہ بڑے بڑے عالم دین و مولوی بھی اُن کے سامنے ہیچ ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر جب کسی کام کے کرنے کا بیڑا اُٹھاتے تو اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے بڑی بڑی تیاریاں کرتے لیکن کسی بھی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا آپ کے مقدر میں لکھا ہی نہ تھا۔آپ نے ایسے دور میں اپنے قلم کی طاقت کا استعمال

کیاجب حق اور سچائی کی باتیں کرنا گناہ تھا اور قلم کی طاقت کا صحیح استعمال کرنے والا بھی ایک عظیم مجرم سمجھا جاتا تھا۔ اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ قلم کے ذریعے ملک وقوم کے مسائل اٹھائے۔ اس سلسلے میں آپ کو متعدد مرتبہ جیل میں ڈالا گیا، مقدمے چلائے گئے اس کے باوجود تمام مشکل حالات کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ کبھی جھکے نہیں اور نہ کبھی ہار مانی۔ آپ کے اندر حق اور صداقت کا جو جذبہ تھا وہ اپنی والدہ محترمہ بی اماں سے حاصل کیا۔ بی اماں بھی ایک مذہبی، نیک سیرت خاتون تھیں۔

مولانا محمد علی جوہر کی ولادت 10 دسمبر 1878 میں ریاست رام پور، نجیب آباد، اُتر پردیش میں ہوئی۔ آپ کی عمر ابھی پانچ سال کی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ آپ کے والد عبد علی خان رام پور ریاست سے وابستہ تھے۔ ان کے آباؤ اجداد افغانستان سے ہجرت کر کے ہندوستان میں ریاست رام پور میں آباد ہو گئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنی والدہ عبادی بیگم کی رہنمائی میں حاصل کی۔ جنھیں پیار سے 'بی اماں' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ انھوں نے اپنے بیٹوں کو آزادی کی جدوجہد کی ترغیب دی۔ آپ نے اعلیٰ تعلیم علی گڑھ کالج سے حاصل کی۔ علی گڑھ کی تعلیم سے فارغ ہوکر 1898 آکسفوڈ یونیورسٹی گئے اور وہاں سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد جب واپس ہندوستان آئے تو ریاست رام پور میں محکمہ تعلیمات کے ڈائرکٹر بنائے گئے، بعدازاں بڑودہ سول سروس میں شمولیت اختیار کی، لیکن جلد ہی اس ملازمت کو ترک کر دیا۔ 1902 میں امجدی بانو بیگم سے نکاح کیا۔ جو قومی اور خلافت تحریک کی سرگرم رکن تھیں۔

مولانا محمد علی جوہر بیک وقت ایک بلند پایہ ادیب وانشا پرداز، جلیل القدر صحافی، منفرد سیاست داں، مایہ ناز مفکر، شہرۂ آفاق مجاہد آزادی کی حیثیت سے مقبول و معروف ہے۔ آپ کو اُردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ اس لیے آپ برطانوی اور ہندوستانی اخبارات لندن ٹائمز، مانچسٹر گارڈین اور ردی آبزرور میں مضامین لکھتے رہے۔

آپ نے 1911 میں کلکتہ سے انگریزی ہفت وار اخبار 'کامریڈ' کا آغاز کیا۔ پھر 1912 میں دہلی آگئے اور 1913 میں اُردو زبان میں روزنامہ اخبار 'ہمدرد' شروع کیا۔ اس کی اشاعت کا مقصد تھا انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کی آواز کو دور دور تک پہنچانا۔ آپ کی تحریر اتنی زبردست اور اثردار ہوتی تھی کہ مخالفت کرنے والے افراد بھی اس کا بڑے شوق و ذوق سے مطالعہ کرتے تھے۔

1912 میں دھلی آگئے اور 1913 میں اُردو زبان میں روزنامہ اخبار 'ھمدرد' شروع کیا۔ اس کی اشاعت کا مقصد تھا انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کی آواز کو دور دور تک پھنچانا۔ آپ کی تحریر اتنی زبردست اور اثردار ھوتی تھی کہ مخالفت کرنے والے افراد بھی اس کا بڑے شوق و ذوق سے مطالعہ کرتے تھے۔

مولانا محمد علی جوہر نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصے لینے کے سبب جیل میں گزارا۔ 1919 میں خلافت تحریک کی شروعات کی جس میں ہندوستانی مسلمانوں نے تہہ دل سے آپ کی حمایت کی۔ اس کے بعد

آپ نے گاندھی جی کی عدم تعاون تحریک میں نمایاں طور پر حصہ لیا۔ خلافت تحریک نے جب دم توڑا تو مولانا محمد علی جوہر نے ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد کے لیے اپنی پوری طاقت صرف کردی۔ انھوں نے مہاتما گاندھی کا ہر مقام پر بھرپور ساتھ دیا۔ کئی بار جیل گئے۔ جب آپ جیل میں ہوتے تھے تو ان کے اخبارات کی اشاعت کی ذمہ داری ان کے بھائی شوکت علی اُٹھاتے تھے۔ جو خلافت تحریک کے رہنما بھی تھے۔

مولانا محمد علی جوہر واضح طور پر کہتے تھے کہ ''اگر مذہب کے نام پر بٹ گئے تو کبھی آزادی نہیں ملے گی اور اگر مل بھی گئی تو ہمیشہ آپس میں لڑتے رہیں گے'۔ یہ ان کی پیشینگوئی تھی۔ آپ مسلمانوں کی تعلیم کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ اسی مقصد کے تحت آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی توسیع کے لیے سخت محنت کی جسے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کے نام سے جانا جاتا تھا۔ 1920 میں گاندھی جی کے ساتھ مل کر مسلم نیشنل یونیورسٹی یعنی جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد ڈالنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ جو آج ایک سینٹرل یونیورسٹی بن چکی ہے۔ حالانکہ یہ ادارہ صرف ان کی کوششوں اور جدوجہد کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کام میں ان کے ساتھ مختار احمد انصاری، حکیم اجمل خاں اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ جیسی عظیم الشان شخصیات بھی شامل تھیں۔

مولانا محمد علی جوہر نے کئی موضوعات پر کتابیں تحریر کیں۔ جن میں مشہور کتابیں 'دیوانِ جوہر، جذباتِ جوہر، کلامِ جوہر اور سفرنامہ یورپ، شامل ہیں۔ ایک برطانوی ادیب نے جوہر کے بارے میں کہا تھا کہ 'برک کی زبان، میکلن کا قلم، نپولین کا دل پایا ہے'۔ مولانا محمد علی جوہر ایک ادیب ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھے۔ آپ بچپن سے ہی شاعری میں دلچسپی لیتے تھے۔ آپ کے دو مختصر مجموعے بھی شائع ہوئے۔

مولانا جوہر ہندوستان کے ایک ایسے عظیم رہنما تھے جنھوں نے گول میز کانفرنس میں انگریزوں کو للکارا تھا کہ یہ مقدر ہو چکا ہے کہ ہندوستان سے برطانوی تشدد نابود ہو کر رہے گا۔ یہ مذہب اسلام اور اپنے وطن عزیز سے محبت تھی کہ گول میز کانفرنس میں انگریزوں سے دشمنی ہونے کے باوجود شرکت

کی۔ان کی شرکت ان کی حب الوطنی کا سب سے بڑا مظاہرہ تھا۔لندن روانہ ہونے سے قبل آپ سے پوچھا گیا کہ لندن کیوں جارہے ہوتو ان کی زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا کہ مرنے کے لیے لندن جارہاہوں، لیکن ایک بیان میں آپ نے کہا تھا کہ حکومت نے بات چیت کے جو دروازے کھولے ہیں اُسے بند نہیں کرنا چاہتا ہوں۔مولانا کی مذہبیت جنون کی حد تک تھی۔ان کا ہر کام دوستی اور دشمنی اللہ کے لیے تھی۔بقول سید محفوظ علی بدایونی 'مولانا محمد علی خوش نصیب شخص تھے جنھیں جینا بھی خوب آتا تھا اور مرنا بھی خوب آیا۔جو عملاً دکھا گئے کہ زندگی چاہے شروع اپنے ذاتی طریقے سے کی جائے مگر ختم دوستوں کے آرام کی خاطر ہونی چاہیے۔

مولانا محمد علی جوہر نے وطن کی آزادی کو اپنا مقصد حیات بنالیا تھا۔اس مقصد کی تکمیل کے لیے آپ نے خراب صحت کے باوجود 7000 میل کا سفر پانی کے جہاز سے طے کر کے 13 نومبر 1930 کو لندن کی گول میز کانفرنس میں ہندوستان کی نمائندگی کی۔ جہاں آپ نے مکمل آزادی کا مطالبہ پیش کیا۔ انھوں نے اس کانفرنس میں جانے سے پہلے مہاتما گاندھی سے ملاقات کی اور انھیں یقین دلایا کہ ہندوستان کا تخت لے کر آؤں گا یا تخت بنایا جاؤں گا۔ یہ کانفرنس کئی دنوں تک جاری رہی ۔آخر کار اس کانفرنس میں ہندوستان کو آزاد کرنے سے انکار کر دیا گیا۔لندن کی پہلی گول کانفرنس میں مولانا محمد علی جوہر نے جو تقریر کی، اس کے الفاظ کو ہندوستان کی آزادی کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جانا چاہیے۔آپ نے کہا تھا کہ ہمیں تجاویز کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس بات کی پرواہ ہے کہ آپ کس قسم کا قانون تیار کرتے ہیں۔ہمیں انسانوں کی ضرورت ہے۔کاش سارے انگلستان میں ایک فرد بھی ایسا ہوتا جو انسان کہلانے کا مستحق ہوتا۔میں ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے لندن آیا ہوں اور آزادی کا پروانہ واپس لے کر جانا چاہتا ہوں میں ایک آزاد ملک میں مرنا پسند کروں گا لیکن غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا اور اگر آپ نے ہندوستان کو آزاد نہیں کیا تو آپ کو یہاں مجھے میری قبر کے لیے جگہ دینی ہوگی،اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا۔4 جنوری 1931 کو 53 سال کی عمر میں شمعِ آزادی کے اس پروانے نے اجنبی دیار میں حرکتِ قلب بند ہونے کی وجہ سے اس دار فانی سے کوچ کیا۔مفتی اعظم فلسطین کے مشورے سے آپ کو انبیا کی سرزمین اور قبلۂ اول بیت المقدس کے صحن میں مدفون کیا گیا۔

مولانا جوہر برطانیہ حکومت کے لیے بڑا خطرہ تھے اور آزادی حاصل کرنے کے لیے آخری دم تک لڑتے رہے۔اس کے لیے آپ نے ملک کی اہم سیاسی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی خدمات انجام دیں۔آپ کو ملک کی سب سے اہم سیاسی جماعتوں انڈین نیشنل کانگریس، آل انڈیا مسلم لیگ اور خلافت تحریک کی رہنمائی کرنے کا انوکھا اعزاز حاصل ہے۔

آج ہندوستان کی آزادی کے لیے اپنی زندگی قربان کرنے والے ایسے عظیم شخص کو ہم نے فراموش کر دیا ہے۔ یہ احسان فراموشی کی انتہا ہے کہ ہم سب ان کو بھول رہے ہیں۔ اپنے ہی ملک میں انھیں اتنا کوئی نہیں جانتا جتنا ان کا حق بنتا ہے۔مولانا محمد علی تاریخ آزادی کا ایک اہم نام ہیں، جن کی شخصیت اور قربانیوں کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔

■

Waseem Akhter Mohammad Sayeed
Near Maqsood Hotal ke Pass
Gujri Bazar, Kamptee- 441001
Distt.: Nagpur (MS)
Mob.: 7620594269

چھبیس جنوری

کلیم رہبر

آؤ خوشی منائیں
چھبیس جنوری ہے
مل جل کے گیت گائیں
چھبیس جنوری ہے

چھبیس جنوری کا
دن اہمیت کا دن ہے
تہوار ہے خوشی کا
جمہوریت کا دن ہے

اپنے وطن میں ہم جب
آزاد ہو چکے تھے
اک دوسرے سے مل کر
سب شاد ہو چکے تھے

بے چین زندگی تھی
لیکن عجب گھڑی تھی
مشکل یہ آپڑی تھی
دستور کی کمی تھی

ایسے قدم بڑھائیں
کیسے وطن چلائیں
کیسے حقوق پائیں
ہر فرض کو نبھائیں

دستور ساز عملہ
آخر مغل میں آیا
چھبیس جنوری کو
دستور جگمگایا

دستور کے مطابق
جینے کا حق ملا ہے
سکھ شانتی سے سب کو
رہنے کا حق ملا ہے
دستور کی حفاظت
تاعمر ہم کریں گے
بھارت میں ہی جئیں گے
بھارت میں ہی مریں گے

آؤ خوشی منائیں
چھبیس جنوری ہے
مل جل کے گیت گائیں
چھبیس جنوری ہے

■

Kaleem Rahbar
Chikhli Road, Amdapur
Distt.: Buldana - 444301 (MS)
Mob.: 9767125832

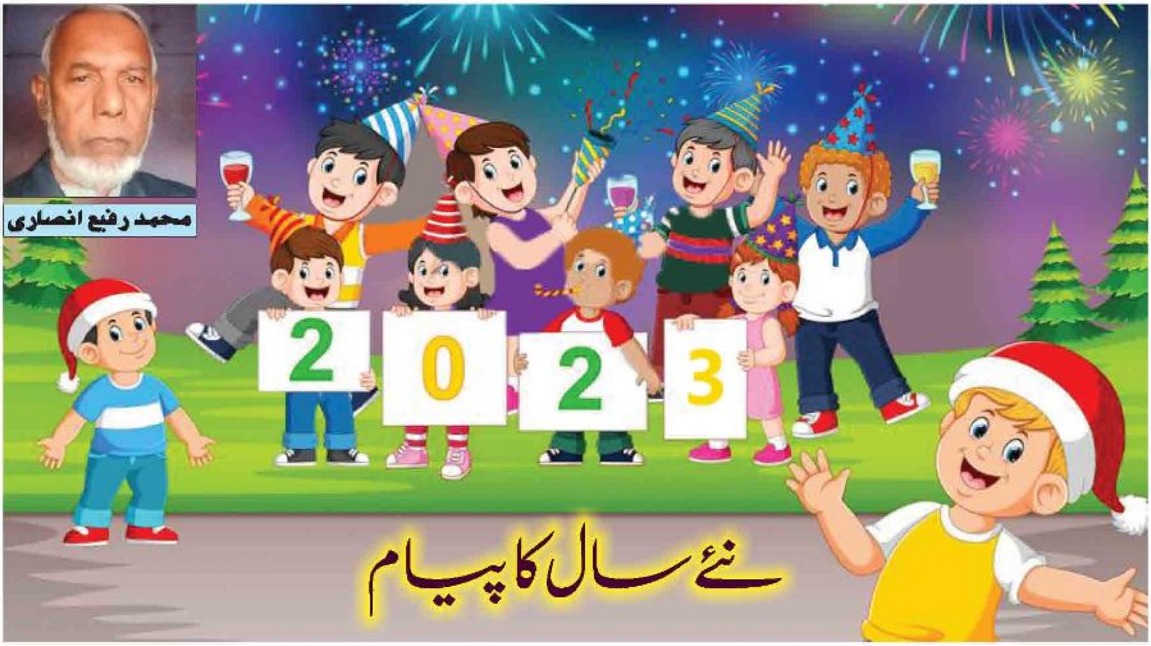

نئے سال کا پیام

نیا سال کرتا ہے یہ عرضِ حال
دکھانا ہے اِس سال تم کو کمال

پلاننگ ہو ایسی بدل جائے حال
کرو تم ترقی کا اپنی خیال

ابھی نفرتوں کا چلن ہے بہت
فضاؤں میں اب تک گھٹن ہے بہت

حسد اور بغض و عداوت بہت
ابھی ہے جہاں میں جہالت بہت

ابھی تک ہے پھیلی ہوئی بھکمری
ہے اہلِ وطن میں بڑی کاہلی

محبت کی اب بھی بہت ہے کمی
کہ موسم میں اب تک نہیں ہے نمی

جو سوئے ہیں ان کو جگانا بھی ہے
رہِ حق پہ چل کے دکھانا بھی ہے

کرو روشنی اپنے کردار سے
بدل دو فضا اپنی گفتار سے

عمل سے یہاں بول بالا کرو
اندھیرا بہت ہے اجالا کرو

(تعارف اپریل 2021 کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے)

■

Mohd Rafi Ansari
Al-Madni 734, Bhoosar Mohalla
Bhiwandi- 421302, Distt.: Thane (Maharashtra)
Mob.:9234033364

حشمت کمال پاشا

شاعر اور ادیب کو بچہ بن کر لکھنا چاہیے

س: بچپن کی کون سی باتیں/ شوخیاں/ شرارتیں اب بھی آپ کو یاد آتی ہیں؟

ج: بچپن میں میرے والد کہا کرتے تھے کہ چاہے کھیل ہو یا پڑھائی جو بھی کام کرو اس میں درجہ کمال حاصل کرو۔ یہ باتیں آج بھی مجھے بہت یاد آتی ہیں۔

س: بچپن میں آپ کے پسندیدہ مصنّفین کون تھے اور اب کون ہیں؟

ج: ایک درجن سے بھی زائد میرے پسندیدہ مصنّفین تھے کس کا تذکرہ کروں۔

س: بچپن میں کس کتاب نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

ج: شفیع الدین نیر کی کتابوں نے سب سے زیادہ متاثر کیا۔

س: بچپن میں بچوں کے کون سے رسالے پڑھتے تھے؟

ج: کھلونا، پیام تعلیم، پھلواری، کلیاں وغیرہ۔

س: بچوں کے ذہنی و فکری ارتقا کے لیے کون سی کتابیں زیادہ مفید ہیں؟

ج: سائنسی ادب کی کتابیں زیادہ مفید ہیں۔

س: زبان و بیان بہتر بنانے کے لیے کن مصنّفین کی کتابیں بچوں کے لیے رہنما ثابت ہوسکتی ہیں؟

ج: زبان اور بیان کو بہتر بنانے کے لیے رشید حسن کی کتاب 'اردو املا' اور فرمان فتح پوری کی کتاب 'املا اور رسم الخط' جیسی کتابیں رہنما ثابت ہوسکتی ہیں۔

س: مستقبل اور کیریئر کو سنوارنے کے لیے بچوں کو کن موضوعات اور کتابوں کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ثابت ہوگا؟

ج: سائنسی ادب کی کتابوں کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ ٹکنالوجی

حشمت کمال پاشا کی کتابوں کا عکس

اور ڈیجیٹل دنیا کے موضوعات کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ثابت ہوگا۔

س: اپنے سوانح اور تعلیمی کوائف کے بارے میں کچھ بتائیں!

ج: نام: حشمت کمال پاشا، پیدائش: 2 نومبر 1945 مٹیا برج، کلکتہ، تعلیم: بی کام (کلکتہ یونیورسٹی)، پیشہ: تجارت۔ 1980 سے ادب اطفال کی دونوں اصناف میں برابر لکھ رہا ہوں۔ صرف بچوں کے لیے لکھتا ہوں۔ کتابوں پر ملنے والے ایوارڈ: مغربی بنگال اردو اکادمی: 2018 ,2015 ,2013 ,2010، (2) بہار اردو اکادمی: 2015 ,1985 ، (3) اتر پردیش اردو اکادمی: 2013 ۔ تصنیفات میں: گاتے حروف اول، دوم، معصوم کرنیں، علم الحروف، ننھی بیلیں، کچے ہیرے، البیلی غزلیں، نہرو چاچا، سبھاش چندر بوس، اپو، پانڈا اور پرندے، بچوں کی محفل میں غالب، اقبال اور واجد علی شاہ کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ میری کچھ کتابوں پر مشاہیر نے اپنی آرا بھی پیش کی تھیں:

* گاتے حروف اول، دوم- اردو ادب اطفال میں نرسری رائمز کی پہلی کتاب (ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی)

* ننھی بیلیں بقول ڈاکٹر خوشحال زیدی اردو ادب اطفال میں آزاد سانیٹ اور بلینک ورس کی پہلی کتاب ہے جس کی مثال ہندوستانی زبان میں نہیں ملتی۔

* البیلی غزلیں اردو ادب اطفال میں پیروڈی کی پہلی کتاب ہے۔ (ڈاکٹر حسین احمد زاہدی)

* بچوں کی محفل میں غالب، اقبال اور واجد علی شاہ اردو ادب اطفال میں تحقیقی مضامین کی پہلی کتاب۔

س: آپ کو بچوں کے لیے لکھنے کا خیال کب اور کیسے آیا؟

ج: پہلی بات یہ ہے کہ 1980 میں بنگال میں دیکھا کہ بڑوں کے لکھنے والوں کی ایک لمبی قطار ہے لیکن بچوں کے لکھنے والے دو چار، دوسری بات یہ ہے کہ کہانیاں یا نظمیں پڑھتا تو اس میں کمی کا احساس ہوتا کہ کہانی یا نظم ایسے نہیں ایسے لکھی جاتیں تو زیادہ بہتر ہوتا، تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ بچوں کا جو ادب لکھا جا رہا ہے اس میں شاعر یا ادیب بچوں کو بذات خود نصیحت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جب کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ شاعر یا ادیب بچہ بن کر لکھتے ہوئے نظر آئیں۔

س: آپ کی پہلی تخلیق کب اور کس رسالے میں شائع ہوئی؟

ج: میری پہلی تخلیق ماہنامہ 'پیام تعلیم' میں 1970 کے شمارہ

اگست میں شائع ہوئی۔

س: آپ کے مرکزی موضوعات کیا ہیں؟

ج: میں نے ہمیشہ ادب اطفال کے ان موضوعات کو اپنا مرکزی موضوع بنایا جس موضوع پر کوئی کام نہ ہوا ہو، مثال کے طور پر نرسری رائمز ایسا موضوع ہے جس پر آج تک کوئی کام نہیں ہوا ہے۔ اس لیے نرسری رائمز کی دو کتابیں گاتے حروف اوّل، دوم لکھی ہیں۔

س: کتاب لکھنے سے پہلے آپ بچوں کی نفسیات اور ذہنی مطالبات پر ریسرچ کرتے ہیں یا نہیں؟

ج: میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

س: بچوں کے لیے لکھتے ہوئے آپ کو کس طرح کی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

ج: مجھے کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

س: ادیب اطفال کی حیثیت سے ادبی اور علمی حلقے میں آپ کی قدر ہوتی ہے یا نہیں؟

ج: اللہ کے فضل و کرم سے ادبی اور علمی حلقے میں میری اپنی ایک پہچان ہے۔

س: کیا آپ اب بھی بچوں کے لیے لکھی گئی کتابیں پڑھتے ہیں؟

ج: جی ہاں! بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔

س: انگریزی اور دیگر زبانوں میں شائع ہونے والے کون سے رسالے بچوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں؟

ج: اردو کے علاوہ دیگر زبانوں کے رسالوں پر میری معلومات اطمینان بخش نہیں ہے۔ اس لیے کون سے رسالے مفید ثابت ہو سکتے ہیں، میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔

س: کیا اردو میں بچوں کے لیے انگریزی، تیلگو اور دیگر زبانوں جیسا شائع ہونے والا مکمل رسالہ موجود ہے؟

ج: جی ہاں! ماہنامہ 'بچوں کی دنیا'۔

س: بچوں کے ادب پر جو رسائل شائع ہو رہے ہیں، ان کے مواد اور زبان و بیان سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟

ج: بچوں کے ادب پر جو رسائل شائع ہو رہے ہیں ان کے مواد کے علاوہ زبان و بیان سے پورا پورا مطمئن ہوں۔

س: معاصر ادب اطفال سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟

ج: معاصر ادب اطفال میں ایک حد تک مطمئن ہوں۔

س: بچوں کے لیے لکھتے ہوئے کن موضوعات پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے؟

ج: آج کے دور میں سائنس، ٹکنالوجی اور ڈیجیٹل دنیا کے موضوعات پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

س: بچوں کی تعلیم و تربیت کی کچھ مفید تجاویز اور مشورے!

ج: بچوں کی تعلیم اور تربیت کے سلسلے میں ڈھیر ساری کتابوں میں ایک سی تجاویز اور مشورے دیے ہوئے ہیں مزید اس موضوع پر لکھنا ضروری نہیں سمجھتا۔

س: ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میں آپ کس نوع کی تبدیلی چاہتے ہیں؟

ج: Short Stories اور نرسری رائمز کی کمی محسوس کرتا ہوں۔

س: بچوں کے لیے آپ کا کوئی پیغام!

ج: میرا پیغام ہے کہ آج کے سائنسی اور ٹیکنیکل دور میں اگر کچھ کر دکھانا ہے تو درجہ کمال حاصل کرو۔ یاد رہے درجہ کمال حاصل کرنے کے لیے اپنی زبان میں مہارت حاصل کرنا ہے۔ کڑی محنت کرنی ہے۔ مشقت اور سچی لگن بھی شرط ہے۔ ملک و قوم کی خدمت اور اپنی زبان کی دل و جان سے حفاظت ہی ترقی کا پیش خیمہ ہے۔

■

Hashmat Kamal Pasha
B-119, Nawab Wajid Ali Shah Road
Post: Garden Reech,
Kolkata- 700024 (West Bengal)

محمد شفیع الدین نیر

نظم

سردی کا زمانہ آیا ہے

چلتی ہے ہوائیں سرسرسر   تن کانپ رہے ہیں تھرتھرتھر
ہے سردی کا چرچا گھر، گھر   ہیں بھاری کپڑے اور بستر
ٹھنڈک نے ناچ نچایا ہے
سردی کا زمانہ آیا ہے

ہر وقت انگیٹھی جلتی ہے   شعلے دن رات اگلتی ہے
دال آگ کی خوب ہی گلتی ہے   منھ تک سے بھانپ نکلتی ہے
یہ آگ نہیں ہے مایا ہے
سردی کا زمانہ آیا ہے

ہے دل میں یہی اب آٹھ پہر   پہنے ہی رہیں سوئٹر چسٹر
یا بیٹھیں گدوں میں گھس کر   قہوے کا دور چلے دن بھر
کُوکُو پر جی للچایا ہے
سردی کا زمانہ آیا ہے

کرتا ہے جب کوئی سی سی سی   ہاہا، ہاہا اور ہی، ہی، ہی
بجتی ہے کڑاکڑ بتیسی   آتی ہے آپ ہی آپ ہنسی
یہ لطف بھی جاڑا لایا ہے
سردی کا زمانہ آیا ہے

خوش ہو ہو کر کھاتے ہیں سبھی   کاجو، اخروٹ اور مونگ پھلی
چلغوزوں اور کشمش نے بھی   بازاروں کو رونق بخشی
ہر میوہ سب کو بھایا ہے
سردی کا زمانہ آیا ہے

گدے ہیں شال دوشالا ہے   کہرے نے ڈیرا ڈالا ہے
اولا ہے اوس ہے پالا ہے   اللہ بچانے والا ہے
اس کا ہی سچا سایا ہے
سردی کا زمانہ آیا ہے

■

ماخذ: منی کے گیت، **شاعر:** محمد شفیع الدین نیر، **سنہ اشاعت:** 2019، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

بچوں کے دوہے

شیلا، شہلا سب ایک ہیں، نہیں کوئی بھید بھاؤ
پاپا ایسا کیوں کرتے ہیں، کوئی انھیں سمجھاؤ

خوشی خوشی منائیں گے ہم ہولی، دیوالی، عید
موہن لڈو لے کر آیا، سوئیاں لایا رشید

ایک باغ کے پھول ہم، کوئی نہیں تفریق
ایک تھالی میں سب کھاتے ہیں، ارجن ہو یا رفیق

میری ماں کو امی کہے احمد کی امی کو کہوں مائی
راجو، انور دن بھر کھیلیں جیسے ہوں سگے بھائی

اکبر مندر میں جاکر، خدا کرے تلاش
سندر مسجد کے اندر شانتی کرے احساس

مل جل کر رہنے سے ہی بھارت بنا مہان
ایکتا کو جو توڑتا ہو، سب سے بڑا شیطان

■

Abul Lais Javed
H-17/11, Ali Apts,
Abul Fazal Enclave, Jamia Nagar
New Delhi - 110025
Mob.: 9873070412

اللہ کی زمین

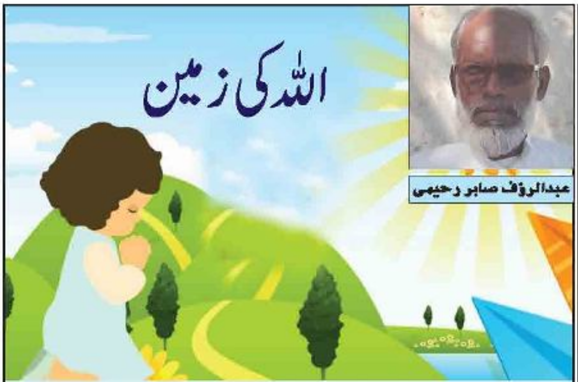

پھولوں کا رنگ پیارا
تاروں کا رنگ نیارا
اللہ کی زمیں ہے
سندر بہت حسیں ہے
وہ کالے کالے بادل
آنکھوں میں جیسے کاجل
برسا ہے خوب پانی
دل کو ہے شادمانی
پھل پھول پیڑ پودے
چشمے زمیں سے پھوٹے
بلبل کی ہے گواہی
اللہ کی بادشاہی
اللہ بہت بڑا ہے
ہر چیز پہ لکھا ہے

■

Abdur Rauf Sabir Rahimi
Arwadeeh, Mohan Kola
Distt.: Sidhdharth Nagar- 272201 (UP)
Mob.: 7380742332

محمود اشرف مالیگ

نظم

واقف ہر ایک فرد ہو ماحولیات سے

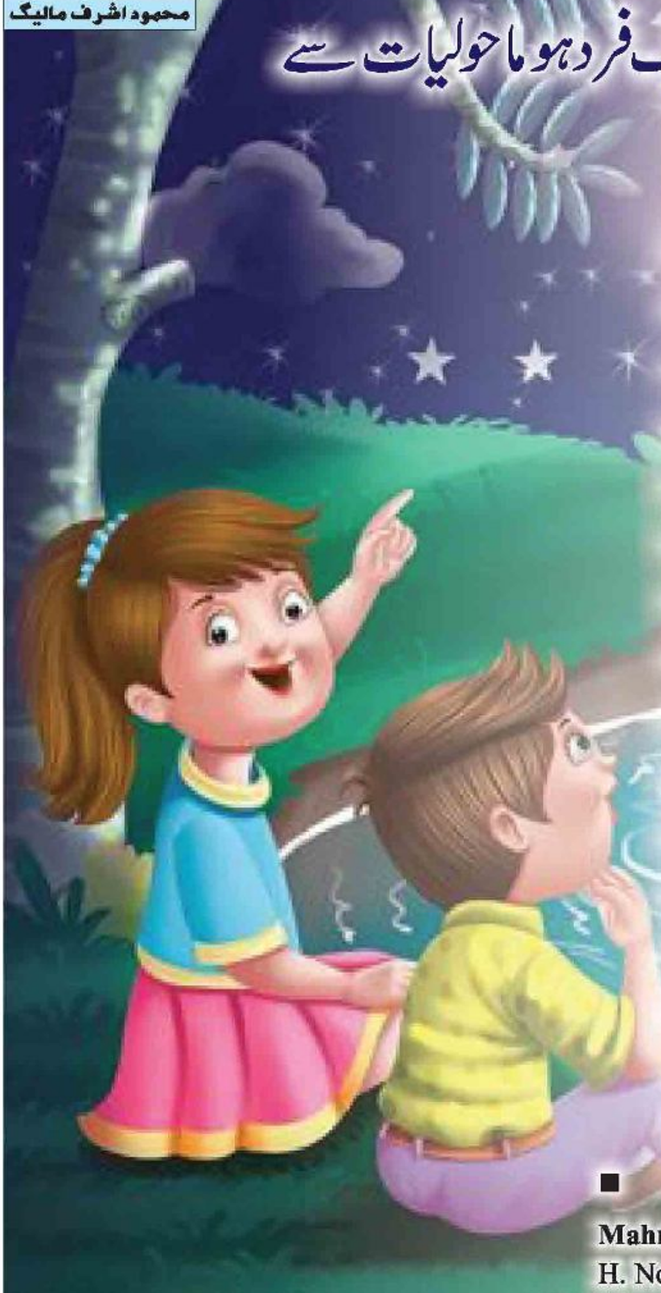

ماحول کے نکھار کا کچھ تو خیال رکھ
اپنے لہو کی بوند شجر ڈال ڈال رکھ
حالات ایسے آج ہوئے ہیں زمین پر
جینا محال ہوگیا اس کے مکین پر
ماحول کے بگاڑ پہ کچھ کنٹرول کر
آفات کس پہ آتے ہیں پہلے سے بول کر
واقف ہر ایک فرد ہو ماحولیات سے
خوشحال تاکہ ہوں سبھی دورِ حیات سے
دو وقت، اور تم بھی شجرکاریاں کرو
اشجار سے نظاروں میں رنگینیاں بھرو
شامل کرو نہ بھول کے دریا میں دوستو
تیزابیت کے زہر کو نہ گندے پانی کو
رکھنا ہے صاف شہر کو، گاؤں کو، ملک کو
یہ فرض ہے سو اس کے بھی پابند تم بنو
یعنی کہ خوشگوار فضائیں بنائیے
دل کو سکون روح کو سرشار پائیے

■

Mahmood Ashraf Maleg
H. No 861, Lane No 4, Chandni Chowk
Islampura, Malegaon - 423203(Maharashtra)
Mob.: 9270072861

نظم

شاد اعظمی ندوی

نئی صبح

لو آفتاب نکلا
ظلمت نے منہ چھپایا
اللہ کا کرم ہے
پھر دن نیا دکھایا

بکھرا ہوا ہے سونا
ہر شے ہے مسکراتی
میٹھے سروں میں کیسے
چڑیا ہے چہچہاتی

پھیلا ہوا اجالا
کچھ ہم سے کہہ رہا ہے
کرنا ہے نام روشن
یہ درس دے رہا ہے

ہر سمت کیف و مستی
ہر سو ہے شادمانی
کیا خوب یہ سماں ہے
سرشار زندگانی

■

Shad Azmi Nadvi
Ustad, Jamia Islamia Muzaffarpur
Azamgarh- 276302 (UP)
River Side
Bhukunda- 829135 (Jharkhand)
Mob.: 9234033364

سرد موسم میں ہوں گرم کپڑے

مہناز بانو

سرد موسم سے ڈرتے ہیں بچّے
بور ہوکر بھی پڑھتے ہیں بچّے
غسل کرنے سے ڈرتے ہیں بچّے
سردیوں میں نکھرتے ہیں بچّے
فکر ماں، باپ کی بڑھ گئی اب
جاڑے کا دن بھی آتا ہے جب جب
صبح کو سرد موسم میں اُٹھنا
ان کو تیار جلدی سے کرنا
مشغلہ اک نیا یہ بھی ہے اب
صبح سے مصروف ماں، باپ ہیں سب
گرم رنگین کپڑوں میں بچّے
دیکھ کر خوب لگتے ہیں اچّھے
سرد موسم میں کھلتا چمن ہے
یہ جو اسکول لگتا چمن ہے
ہے دعا میری اپنے خدا سے
یہ تمنّا ہے میری سدا سے
رکھنا آباد ایسے چمن کو
رکھنا آباد گنگ و جمن کو

■

Mehnaz Bano
BL. No.:4, H.O: 5
Kankinara North, 24- PGS
Kolkata -743126 (West Bengal)

نظم

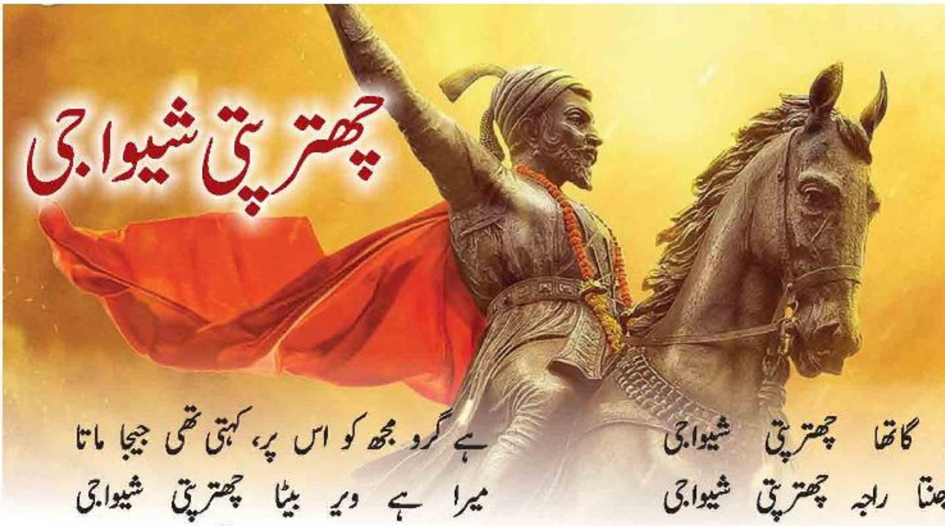

چھترپتی شیواجی

عمران شجر

سوراج ویر گاتھا چھترپتی شیواجی
جاں باز جنتا راجہ چھترپتی شیواجی
بچپن سے تھا جو نڈر بلوان تھا غضب کا
شاہ جی کا شیر بیٹا چھترپتی شیواجی
ہے جس کی جنم بھومی شیونیری گڑھ کا دامن
اور رائے گڑھ شوالا چھترپتی شیواجی
ہندو تھا دھرم ان کا، تھا بھونسلے قبیلہ
تھے بھونسلے مراٹھا چھترپتی شیواجی
بولی مراٹھی ان کی، تھا گیان سنسکرت کا
تھے گیان گن کی دھارا چھترپتی شیواجی
ہندو، دلت، مسلم، مرہٹہ، سکھ، عیسائی
آنکھوں کی سب کا تارا چھترپتی شیواجی
بنیاد ڈالی جس نے سوراج کی نگر میں
تھے شور ویر راجہ چھترپتی شیواجی
مرہٹہ سلطنت کے تھے شلپکار شاہی
ویروں کے ویر داتا چھترپتی شیواجی
مدرا تھا شیورائی، تھا راج پاٹ شاہی
راجاؤں کے تھے راجہ چھترپتی شیواجی
مندر، گرودوارہ، مسجد بنائی جس نے
ہر دھرم کا سہارا چھترپتی شیواجی
ہے گرو مجھ کو اس پر، کہتی تھی جیجا ماتا
میرا ہے ویر بیٹا چھترپتی شیواجی
چاروں دشا میں جے جے ہوتی ہے آج ان کی
ہر ویر کا ہے نعرہ چھترپتی شیواجی
مجھ کو کتھا شیواجی مہاراج کی بتائے
تیری شجر کویتا چھترپتی شیواجی

مشکل الفاظ کے معانی

مودرا	:	روپیہ، سکہ
سوراج	:	آزاد اقتدار
گاتھا	:	کہانی، گیت
بلوان	:	بہادر، مضبوط
شیوالا	:	مندر
گیان	:	علم
شلپکار	:	کاریگر، بنانے والا
راج پاٹ	:	اقتدار، حکومت
ویر	:	بہادر
دیشا	:	راہ، راستہ

■

Mohd Imran Shajar
Al-Karim colony, Achalpur City
Distt.: Amravati- 444806 (Maharashtra)
Mob.: 9604492728

نظم

محمد ناظم الدین جوہر

چراغوں کی طرف آؤ

چراغوں کی طرف آؤ
ستاروں کی طرف آؤ
ہٹاؤ پردے غفلت کے
اجالوں کی طرف آؤ
دعائیں ڈھال ہوتی ہیں
دعاؤں کی طرف آؤ
اگر اڑنے کی جرأت ہے
ہواؤں کی طرف آؤ
بدل کر سوچ رکھ دیں گی
کتابوں کی طرف آؤ
اگر چاہت ہے منزل کی
ارادوں کی طرف آؤ

■

Mohd Nazimuddin Johar
Parshad Nagar, Sillor
Distt.: Aurangabad- 431112 (MS)
Mob.: 9860443018

شکیل احمد تہذیبی

آؤ عہد کریں

اندھیروں میں شمعیں جلاتے رہیں گے
مصیبت میں بھی مسکراتے رہیں گے
نشانِ تعصب مٹاتے رہیں گے
گلے غیر کو بھی لگاتے رہیں گے
لہو دے کے اپنا زمینِ وطن کو
وقار اس کا ہر دم بڑھاتے رہیں گے
خلوص و وفا کے چمن زار میں ہم
محبت کے پودے اگاتے رہیں گے
اڑائیں گے ہم علم و حکمت کا پرچم
جہالت جہاں سے مٹاتے رہیں گے
سجائیں گے گلشن کو خونِ جگر سے
بہاروں کا پرچم اڑاتے رہیں گے
اے تہذیبی ہم حوصلوں کے سہارے
محبت کی شمعیں جلاتے رہیں گے

■

Shakeel Mustafa
Sr. No: 213, Plot No: 62,
Ameeniya Masjid Road, Shabbir Nagar
Malegaon- 423202
Distt.: Nashik (Maharashtra)
Mob.: 9145139913

ابرار محسن

عجیب پھول

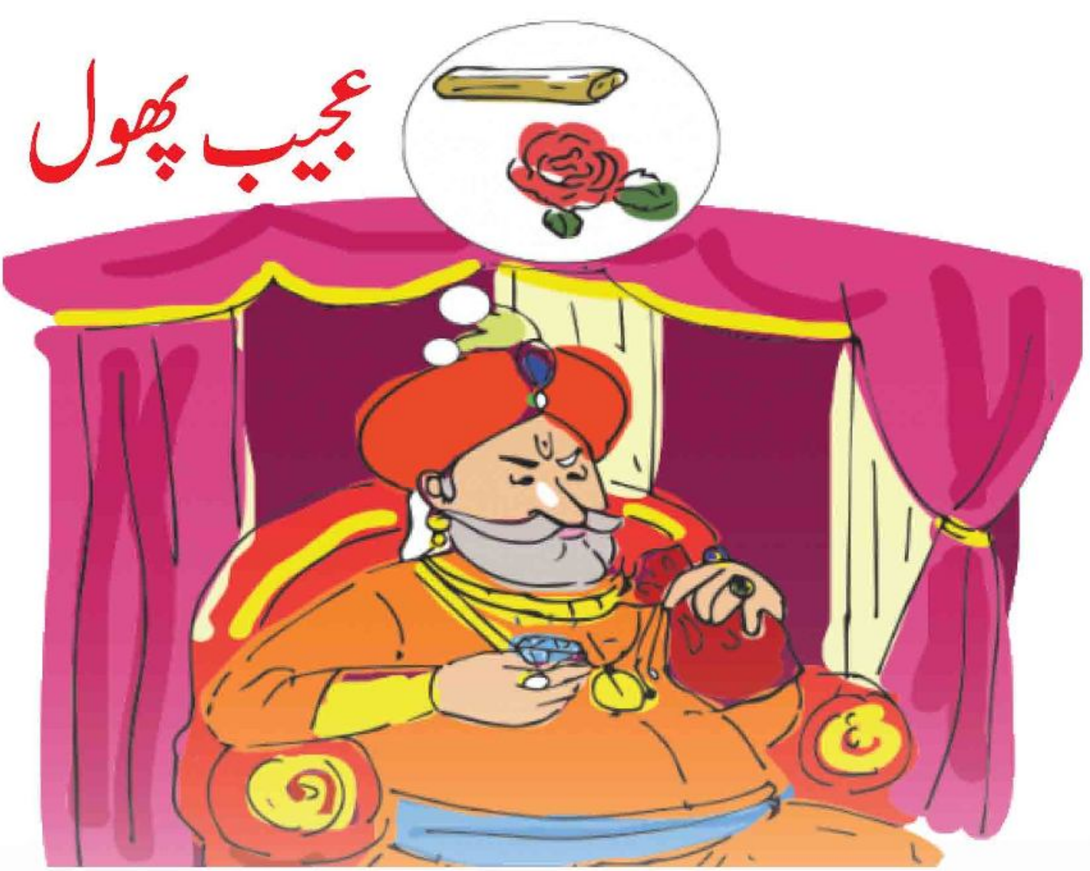

بادشاہ نے سارے ملک میں اعلان کرا دیا— ہمیں ایک ایک ایسے گلاب کے پھول کی ضرورت ہے جو کبھی نہ مرجھائے۔ پھول لانے والے کو بے شمار دولت دی جائے گی۔''

بادشاہ ملک کا سب سے زیادہ عقل مند آدمی سمجھا جاتا ہے۔ وہ رعایا سے بڑی ہمدردی رکھتا تھا۔ اس کے راج میں سب لوگ خوش حال تھے اور امن وسکون کی زندگی گزارتے تھے۔ رعایا بادشاہ سے پوری طرح مطمئن تھی۔ لیکن اس عجیب وغریب اعلان کو سن کر سب لوگ چکرا گئے۔ آخر یہ کس طرح ممکن ہے! ایسا پھول جو کبھی نہ مرجھائے! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

دراصل اس اعلان کے پیچھے ایک راز تھا جس سے صرف بادشاہ اور اس کے وزیر ہی واقف تھے۔

بات یہ تھی کہ ایک دوسرا بادشاہ اپنی فوج کو لے کر اس ملک کی طرف بڑھ رہا تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اس نیک دل بادشاہ کے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دے، لیکن نیک دل بادشاہ نہیں چاہتا تھا کہ اس سے جنگ کر کے خواہ مخواہ ہزاروں بے گناہوں کی جان لے اور وہ اتنا طاقتور بھی نہ تھا کہ آسانی سے دشمن کے چھکے چھڑا سکتا۔

اس نے دشمن سے صلح کی کوشش کی۔ دشمن لڑائی کا کوئی بہانہ ڈھونڈ رہا تھا۔ اس نے بادشاہ سے کہلوا دیا ''اگر تم مجھے گلاب کا ایک ایسا پھول دو گے جو کبھی نہ مرجھائے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ دس دن کے اندر اندر پھول مجھے مل جانا چاہیے۔''

دشمن بادشاہ جانتا تھا کہ ایسا پھول ملنا ممکن نہیں ہے اور اسے لڑائی کا بہانہ مل جائے گا۔ اِدھر نیک دل بادشاہ نے یہ

جانتے ہوئے بھی کہ دشمن ایک فضول چیز مانگ رہا ہے سارے ملک میں یہ اعلان کرادیا۔

ملک کے ہر حصے سے لوگ قسم قسم کے گلاب لائے، لیکن افسوس کوئی ایک دن بعد مرجھا گیا کوئی دو دن بعد۔ غرضیکہ کوئی بھی ایسا گلاب نہ مل سکا جو کبھی نہ مرجھائے۔ بادشاہ بڑا پریشان تھا۔ آخر کرے تو کیا کرے۔ دن تیزی سے گزرتے جارہے تھے۔

اک دن شام کے وقت بادشاہ محل میں ایک تاریک کمرے کے اندر سر جھکائے ہوئے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ نو دن پلک جھپکتے ہی گزر گئے تھے۔ کل دسواں دن تھا۔ بادشاہ کو کبھی نہ مرجھانے والے گلاب کے ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اب تو جنگ یقینی تھی۔ اسی غم میں نیک دل بادشاہ اداس بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے نوکروں کو حکم دے دیا کہ محل میں ایک بھی شمع نہ جلائی جائے۔

رات کے بڑھتے ہوئے اندھیرے نے بادشاہ کے کمرے کو بالکل ہی تاریک بنا دیا تھا۔ اچانک بادشاہ کے کانوں میں ایک آواز آئی ''بادشاہ سلامت ایک نوعمر لڑکا حضور کی خدمت میں گلاب کا ایک پودا لے کر حاضر ہوا ہے۔ اس پودے میں صرف ایک ہی گلاب کا پھول ہے۔ لڑکے کا یہ کہنا ہے کہ یہ پھول کبھی نہیں مرجھا سکتا۔''

بادشاہ کو اندھیرے میں کچھ دکھائی تو نہ دیا لیکن اس نے اپنے وزیر کی آواز پہچان لی اور سر اٹھا کر دھیرے سے کہا:

''لاؤ اسے بھی آزمالیں ویسے مجھے تو یقین نہیں آتا۔''

وزیر تھوڑی دیر بعد ہاتھ میں شمع لیے ہوئے بادشاہ کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک نوعمر لڑکا پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہاتھوں میں ایک گملے کو لیے ہوئے آیا۔ شمع کی روشنی میں بادشاہ نے گملے کے اندر گلاب کے پودے میں لگے ہوئے ایک پھول کو دیکھا۔

''پھول لاجواب ہے۔'' بادشاہ نے کہا ''بہت خوب صورت ہے لیکن کیا یہ کبھی نہ مرجھائے گا۔''

''کبھی نہیں۔'' لڑکے نے جواب دیا ''لیکن شرط یہ ہے کہ اس کو چھ مہینے تک ہاتھ نہ لگایا جائے۔ اگر چھ مہینے سے پہلے کسی نے اس پھول کو چھو لیا تو یہ فوراً مرجھا جائے گا۔''

''عجیب پھول ہے'' بادشاہ بڑبڑایا ''لیکن ہے کس قدر خوبصورت۔

میں نے آج تک اس قدر خوبصورت گلاب نہیں دیکھا، لیکن اس میں خوشبو کیوں نہیں ہے؟''

لڑکا مسکرایا اور بڑے ادب سے کہا ''حضور چھ مہینے کے بعد اس میں خود بخود خوشبو آجائے گی۔ ایسی خوشبو جو آج تک کسی نے خواب میں بھی نہ سونگھی ہو۔''

بادشاہ عجیب نظروں سے اس پھول کو دیکھ رہا تھا جو بالکل تر و تازہ لگ رہا تھا۔ اس نے لڑکے کا نام اور پتہ پوچھ کر کہا:

''لڑکے! اگر واقعی یہ کبھی نہ مرجھانے والا پھول ہے تو تمھیں مالا مال کردوں گا۔ سونے چاندی سے تمھارا گھر بھر دوں گا۔''

لڑکا ادب سے سلام کرکے گھر واپس چلا آیا۔ ادھر بادشاہ ساری رات پھول کو دیکھتا رہا۔ جب رات گزرنے کے بعد سورج طلوع ہوا تب بھی پھول کی تازگی میں کوئی فرق نہ آیا۔

صبح ہی صبح بادشاہ نے ایک سپاہی کو گملے کے ساتھ گھوڑے پر دوڑا دیا اور اس سے کہہ دیا ''جلدی سے جلدی اسے دشمن بادشاہ تک پہنچا دو۔ اس کی فوجیں ہماری سرحد کے پاس ہی حملے کے حکم کا انتظار کررہی ہیں۔

سپاہی اسی وقت روانہ ہوگیا اور دن بھر کے سفر کے بعد دشمن بادشاہ تک پہنچ کر گملہ اس کے حوالے کیا۔

''کیا یہ پھول کبھی نہ مرجھائے گا؟'' اس نے سپاہی سے پوچھا۔

''جی ہاں'' سپاہی نے جواب دیا ''مگر ایک شرط ہے۔ اگر آپ نے اس پھول کو چھ مہینے سے پہلے ہاتھ لگا دیا تو یہ مرجھا جائے گا۔ اگر آپ نے چھ مہینے تک اس کو ہاتھ نہ لگایا تو یہ کبھی نہ مرجھائے گا اور اس کی خوشبو لاجواب ہوگی۔''

''عجیب پھول ہے!'' بادشاہ نے حیرت اور جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا ''اب تو شاید میں حملہ نہ کرسکوں گا۔ اف کیا کروں۔''

بادشاہ کو پھول دیکھ کر ناامیدی ہوئی، کیونکہ وہ تو حملہ کرنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ بہرحال اس نے اپنی فوجوں کو واپسی کا حکم دے دیا۔

اس واقعہ کے کئی مہینے کے بعد دشمن بادشاہ نے نیک دل بادشاہ کے نام ایک پیغام بھیجا:

''آج سے پانچ ماہ پہلے ہم تمھارے ملک کی سرحدوں سے روانہ ہوئے تھے، لیکن ابھی تک ہمارا سفر ختم نہیں ہوا۔ غالباً ایک مہینہ کے بعد ہم اپنے ملک میں پہنچ جائیں گے۔ تمھارا دیا ہوا پھول ابھی تک تروتازہ ہے۔ ہم بے چینی سے چھ مہینے گزرنے کا انتظار کررہے ہیں تاکہ اس کی عجیب وغریب خوشبو سونگھ سکیں۔''

نیک دل بادشاہ کو اس پھول کے متعلق معلوم ہوکر بڑا تعجب ہوا اور اس نے لڑکے کو بلایا ''کیوں میرے بچے، وہ پھول تمھیں کہاں سے ملا تھا جو ابھی تک نہیں مرجھایا۔ حالانکہ دشمن بادشاہ پانچ مہینے سے تپتے ہوئے ریگستان میں سفر کررہا ہے لیکن پھول ابھی تک تروتازہ ہے۔ یہ کیا راز ہے؟''

''نیک دل بادشاہ'' لڑکے نے مسکرا کر کہا ''وہ تو ایک کاغذ کا پھول تھا جس نے دشمن بادشاہ کو دھوکے میں ڈال کر ہمارے ملک کی سرحد سے ہزاروں میل دور پہنچا دیا ہے۔ اب اگر اسے کبھی پھول کی حقیقت معلوم ہو بھی گئی تب بھی اول تو وہ اتنی دور لوٹ کر آئے گا ہی نہیں اور اگر آیا بھی تب بھی مہینوں لگ جائیں گے، اس عرصے میں آپ اطمینان سے اس کا مقابلہ کرنے کی تیاری کرسکتے ہیں۔ اپنی فوج کو بڑھایئے۔ فوجیوں کو عمدہ قسم کے ہتھیار دے کر انھیں جنگ کی مشق کرایئے۔ آپ کے پاس بہت وقت ہے۔''

بادشاہ حیران ہوکر اس نوعمر لڑکے کو دیکھ رہا تھا جس نے اس قدر عمدہ پھول بنا کر سارے ملک کو بربادی سے بچالیا تھا۔

اگلے دن سے سارے ملک میں زور شور سے جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں اور بادشاہ نے اعلان کرادیا کہ اس کے بعد وہ نوعمر لڑکا ہی بادشاہ بنے گا۔''

ایک دن بادشاہ نے لڑکے سے پوچھا ''تم نے چھ مہینے تک پھول کو نہ چھونے کی پابندی کیوں لگائی تھی؟''

لڑکے نے جواب دیا ''وہ اس لیے کہ اگر بادشاہ اس پھول کو فوراً ہی چھوکر دیکھ لیتا تو بھانڈہ پھوٹ جاتا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر چھ مہینے تک اس نے پھول کو نہ چھوا تو وہ اس کے متعلق دھوکے میں رہے گا اور جب چھ مہینے کے بعد وہ ہاتھ لگا کر دیکھے گا کہ یہ پھول کاغذ کا ہے تب وہ ہمارے ملک سے اس قدر دور جاچکا ہوگا کہ لوٹ کر آنا بڑا دشوار ہوجائے گا۔''

''مرحبا'' بادشاہ لڑکے کی بات سن کر بے اختیار چلا اٹھا اور بڑھ کر اسے گلے سے لگالیا۔

■

ماخذ: ماہنامہ 'کھلونا' نئی دہلی، مدیران: یونس دہلوی ادریس دہلوی، الیاس دہلوی، اشاعت: فروری 1964

اصلی شہزادی

کہتے ہیں کسی زمانے میں ایک شہزادہ تھا۔

شہزادہ چاہتا تھا اس کی شادی کسی شہزادی سے ہو، مگر شہزادی اصلی ہو، اس آرزو میں اس نے ساری دنیا کا سفر کیا۔ جگہ جگہ ڈھونڈا کہ اسے کوئی اصلی شہزادی ملے مگر جب کوئی شہزادی ملتی تو کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہو جاتی اور شادی نہیں ہو پاتی تھی۔

ایسا نہیں ہے کہ اسے شہزادیاں نہیں ملیں، بہت ملیں مگر وہ خود فیصلہ نہیں کر پاتا تھا کہ اصلی شہزادی کون سی ہے کسی لڑکی میں کچھ کسر نکلتی کسی میں کچھ۔ آخر کار وہ بغیر شہزادی کے اپنے محل کو واپس لوٹا۔ بہت اداس، بے حد غمگین، وہ اصلی شہزادی کو بیوی بنانے کے لیے چن رہا تھا اور اسے اصلی شہزادی نہیں مل رہی تھی۔

—ایک شام بہت ہی خطرناک طوفان اٹھا—

خوب بادل گرجے، بجلیاں کڑکنے لگیں اور تیز بارش شروع ہوگئی۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ اس اندھیرے میں کسی نے محل کا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا۔

بوڑھا بادشاہ یعنی شہزادہ کا باپ اس آواز کو سنتا رہا۔ پھر خود ہی دروازہ کھولنے کو اٹھا۔

بوڑھے بادشاہ نے دروازہ کھولتے ہی دیکھا۔ باہر ایک نازک سی لڑکی کھڑی ہے جو سچ مچ شہزادی ہے۔ اس آندھی طوفان میں وہ بری طرح کانپ رہی تھی، پانی سے شرابور، کپڑے بھیگ کر اس کے جسم سے چمٹ گئے تھے اور بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔

بوڑھے بادشاہ کو دیکھتے ہی بولی۔ سچ مانیے میں اصلی شہزادی ہوں اور وہ جلدی جلدی اندر آگئی۔

بوڑھی ملکہ جو شہزادہ کی ماں تھی، بولی تم اصلی شہزادی ہو یا

نہیں، وہ ہم معلوم کرلیں گے مگر کیسے معلوم کیا جائے گا یہ بوڑھی ملکہ نے نہیں کہا۔

بوڑھی ملکہ جلدی جلدی سونے کے کمرے میں گئی۔ بستر سے اس نے ساری چادریں نکال دیں۔ پھر بستر پر تین بیج رکھ دیے، پھر بوڑھی ملکہ نے ان تین بیجوں پر ایک ایک کرکے بیس توشکیں ڈال دیں۔ پھر ان توشکوں پر بیس پروں والے نرم گدے بچھا دیے اور بولی شہزادی! آؤ یہاں اس نرم بستر پر سوجاؤ۔

دوسرے دن صبح بڑے سویرے بوڑھا بادشاہ اور ملکہ دونوں شہزادی کے کمرے میں پہنچے۔ بوڑھی ملکہ نے شہزادی سے پوچھا ''کہو رات کیسی گزری۔''

شہزادی دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی ''آپ لوگ پوچھتے ہیں رات کیسی گزری۔'' بہت بری گزری، میں ساری رات پلک نہ جھپکا سکی، آنکھیں بند ہی نہیں کرسکی، پتہ نہیں میرے بستر کے نیچے کیا تھا۔ کوئی سخت چیز میرے نیچے چبھ رہی تھی۔ برابر چبھ رہی تھی، رات بھر میرا جسم کالا اور نیلا ہوتا رہا۔ بہت تکلیف دی ہے اس سخت چیز نے۔ پتہ نہیں وہ کیا تھا۔

بات صاف ہوگئی سچ مچ وہ اصلی شہزادی تھی، بیس توشکوں اور بیس نرم نرم بستروں کے باوجود اسے تین بیج چبھ رہے تھے، سچ مچ وہ اصلی شہزادی تھی جو اتنی چھوٹی سی چیز کو بھی بری طرح محسوس کررہی تھی۔

شہزادہ کو جب اس کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا اس نے اس لڑکی سے فوراً شادی کرلی اور اپنی ملکہ بنالیا۔ وہ آخر اصلی شہزادی کو پاچکا تھا۔

پتہ ہے ان تینوں بیجوں کو اب شاہی میوزیم میں رکھ دیا گیا ہے جسے ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ اگر یہ بیج شاہی میوزیم سے کسی نے چرائے نہ ہوں۔

خیال رہے یہ ایک سچی کہانی ہے۔

■

ماخذ: اینڈرسن کی کہانیاں، **مصنف:** اظہر افسر، **سنہ اشاعت:** 2010، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

مشتاق کریمی

اشکال کا درد

کردار

نقطہ(Point)، قطعہ خط(Segment)، خط(Line)، شعاع(Ray)

متوازی خطوط(Parellel Lines)، غیر متوازی خطوط(Non-Parellel Lines)، مخروط(Cone)

دائرہ(Circle)، زاویہ(Angle)، مثلث(Triangle)، مستطیل(Rectangle)

(پردہ اٹھتا ہے)

بہت دنوں سے مصروفیت کے سبب اشکال کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اتوار کو باقاعدہ ایک میٹنگ ہی رکھ لی گئی۔ میٹنگ کا مقصد ایک دوسرے سے ملاقات اور گفتگو کے ہمراہ مسائل پر بحث اور حل کی تلاش بھی تھا۔ مقررہ وقت پر سب ہی اسکول کے ریاضی ہال میں جمع تھے۔ علیک سلیک کے بعد نقطہ (Point) نے میٹنگ کا آغاز کیا۔ خط (Line) نے مائک ہاتھ میں سنبھال پہلے تو نقطہ کو دعائیں دیں پھر میٹنگ کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے کہا:

خط: ''دوستو! یہ اللہ کا بڑا احسان وکرم ہے کہ اس نے ایک مدت بعد ہمیں ایک ساتھ جمع ہونے کی توفیق عطا کی۔ اس دنیا میں سبھی افراد اپنے کاروبار، معاش اور مزاج کے اعتبار سے انجمنیں قائم کر رہے ہیں۔ پھر ہم ہندسی اشکال کی انجمن کیوں نہ ہو۔ انجمن ہوگی تو اتحاد بھی ہوگا اور اتحاد ہوگا تو ہمارے مسائل بھی حل ہوں گے۔ آیئے! سب سے پہلے ہم اپنے درمیان سے کسی کو اپنا امام مقرر کرلیں جو اپنی تہذیب و روایت بھی ہے۔'' خط نے اپنی بات آگے بڑھائی۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

شعاع: ''جس طرح علم ہندسہ کی پڑھائی کے لیے کمپاس باکس کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح آج کی میٹنگ کے لیے بھی صدر محترم کی ضرورت ہے۔ جس کے لیے میں بڑی عزت واحترام سے برادر قائمہ زاویہ (Right angle) کا نام پیش کرتی ہوں۔'' شعاع

باجی نے دھڑکتے دل اور تھرتھراتے وجود کے ساتھ دو تین مرتبہ آواز حلق میں کھینچی تھی۔خط نے منفرجہ زاویہ(Obtuse angle) کو تائید کے لیے اشارہ کیا مگر اس نے ناگواری کے ساتھ دائرہ (Circle) کو آگے بڑھا دیا۔دائرہ کی تائید پر ہال میں پھر تالیاں بج اٹھیں۔ خط نے ہاتھ پکڑ کر قائمہ زاویہ کو درمیانی کرسی پہ بٹھا دیا۔ اب افتتاحی کلمات ادا کرنے کی ذمے داری مثلث (Triangle) کی تھی، جس نے آج بطور خاص جامنی رنگ کی جیکٹ پہن رکھی تھی۔

مثلث: ''دوستو! آج ہم اتحاد واتفاق کی ضرورت پر بھی گفتگو کریں گے اور درپیش مسائل کا تذکرہ بھی۔ مسائل کے حل کے لیے ہمیں وسائل بھی تلاش کرنے ہوں گے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری مقبولیت میں دن بہ دن اضافہ ہورہا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی ہمارے بغیر ادھورے ہیں پھر بھی ہمیں مشکل اور بور القاب سے نوازا جاتا ہے۔ریاضی کا ٹیچر جیسے ہی کمرہ میں داخل ہوتا ہے بچوں کے چہروں پر بارہ بجنے لگتے ہیں۔اس کے علاوہ بھی بہت ساری باتیں ہیں جن پر گفتگو ہوگی۔شکریہ''

مثلث کی تقریر کا انداز سلجھا ہوا بھی تھا اور جذباتی بھی۔ اب باری گروپ ڈسکشن کی تھی۔صدر صاحب کی اجازت سے بات رکھنے کی شرط تھی۔سب سے پہلے سجے سجائے قطعہ خط (Segment) نے انگلی اٹھائی اور صدر سے اجازت پا کر اپنی بات شروع کی۔

قطعہ خط: دوستو! آپ سب جانتے ہیں کہ کتنا سیدھا سادا اور آسان ہوں میں، بس ایک خط کا قطعہ یعنی ٹکڑا ہی تو ہوں۔نقطہ سے شروع ہوکر نقطہ پر ہی ختم ہوتا ہوں اور سب سے اہم کہ ناپا جا سکتا ہوں، محدود ہوں پھر بھی بچے مجھے بھول جاتے ہیں۔آخر اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

صدر: اس کے حل پر ہم صدارتی خطبے میں بات کریں گے۔ اسی طرح جو جو اشکال اپنے مسائل بیان کریں گی ان پر بھی آخر میں ہی روشنی ڈالی جائے گی۔

اب خط نے انگلی اٹھائی تھی۔گاگل پہنا خط خوبصورت معلوم ہورہا تھا۔مگر مستطیل (Rectangle) بیچ میں بول پڑا۔

مستطیل: ارے بھائی خط! تم ابھی تو مائک پر بہت کچھ بول چکے۔اب دوسروں کو بھی موقع دیجیے۔

خط: جناب میں نے اپنا پرابلم رکھا ہی کہاں ہے؟

مستطیل: ٹھیک ہے، ٹھیک ہے ذرا وقت کا بھی خیال رکھیے گا۔

خط: ''جناب والا کل ایک ٹیچر نے میری شکل بورڈ پر بنائی اور ایک بچے کو میری لمبائی ناپنے کو کہا...'' خط کچھ دیر کے لیے رُکا ہی تھا کہ کرخت آواز میں مستطیل پھر بیچ میں بول اٹھا۔

مستطیل: ''ہاں ہاں! تو پھر کیا ہوا؟ آگے بھی تو بڑھیے۔''

خط: (مستطیل کو ترچھی نظروں سے گھورتے ہوئے) اس بچے نے میری لمبائی ناپ لی جناب، لمبائی ناپ لی میری!

مستطیل: تو اس نے ایسا کون سا گناہ کرڈالا! بچہ ہی تو ٹھہرا۔

خط: صدر صاحب آپ تو جانتے ہیں میری لمبائی کی کوئی حد نہیں ہے۔اسی لیے تو میری دونوں جانب تیر کے نشانات ہوتے ہیں۔ پھر حد مقرر کرنا میری توہین نہیں تو اور کیا ہے۔ مجھے انصاف دلایئے صدر صاحب... انصاف دلایئے۔ خط کا لہجہ روہانسا ہوگیا تھا اور

آنکھیں نم۔

صدر: دل چھوٹا نہ کرو بھائی اس کا بھی ہم کوئی حل ضرور تلاش کریں گے۔

نقطہ: میں کب تک خود کو روکے رکھوں جناب آخر میرے دل میں بھی جذبات اُمڈ رہے ہیں۔

صدر: ہاں ہاں میاں کہیے کیا کہنا چاہتے ہیں؟

نقطہ: ''صدر صاحب میں معذرت کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے میاں کیوں کہا؟ مجھے میاں یعنی چھوٹا، یعنی ٹنگو کہہ کر جب آپ پکاریں گے تو دوسروں سے شکایت کیسی؟ یہ حقیقت ہے کہ میری نہ کوئی لمبائی ہوتی ہے اور نہ چوڑائی۔ پنسل یا پرکار کی نوک سے بنایا گیا صرف ایک ڈاٹ ہوں۔ مگر یاد رکھیے میں ہوں تو آپ سب ہیں اور میں نہیں تو کچھ بھی نہیں۔'' نقطہ کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اس کے سوال پر صدر صاحب بھی سٹپٹا گئے تھے۔

صدر: ''بالکل صحیح فرمایا آپ نے، مگر میرا مقصد آپ کی دل آزاری ہرگز نہیں تھا۔ پھر بھی میں معذرت خواہ ہوں۔''

کچھ دیر کے لیے ہال میں سناٹا چھا گیا۔ پھر اچانک منفرجہ زاویہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک جھٹکے سے مائک کو اپنی جانب کھینچا۔

منفرجہ زاویہ: صدر صاحب جس طرح نقطہ کے دل پر سخت چوٹ پہنچی ہے ویسے ہی میں بھی اس وقت صدمے سے دوچار ہوں۔

صدر: کہیے کہیے بڑے بھائی آپ کو کس نے تکلیف پہنچائی؟

منفرجہ زاویہ: ''آپ نے۔''

صدر: ''میں نے...! بھائی وہ کس طرح؟'' صدر کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

منفرجہ زاویہ: ''اتنا بھی معصوم نہ بنیے جناب! میں خوب سمجھتا ہوں۔ ایک طرف تو آپ مجھے بڑا بھائی کہتے ہیں جو سب پر عیاں بھی ہے۔ آپ محض 90 درجہ کے ہیں۔ جہاں آپ ختم ہوتے ہیں وہاں سے میں شروع ہوتا ہوں اور 179 درجہ تک جاتا ہوں۔ پھر آپ کو صدر بننے کا کیا حق ہے؟'' اب صدر صاحب سکتے میں آگئے تھے اور ہال میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں۔ ایسے میں دائرہ اپنی جگہ سے اٹھا، نیلی جینس پہنے وہ ڈاکٹر ہاتھی کی طرح لگ رہا تھا۔

دائرہ: ''میں سمجھتا ہوں قائمہ بھائی صدارت کے حقدار ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو فیثا غورث کا آج دنیا میں نام ونشان نہ ہوتا۔ یہ نہ ہوتے تو اونچی اونچی عمارتیں اور ترقیات نہ ہوتیں۔'' دائرہ کی بات پر سب نے تالیاں بجا کر اپنی پسندیدگی اور حمایت کا اظہار کیا جس سے قائمہ زاویہ کا چہرہ بھی کھل اٹھا۔ اب اسٹیج پر متساوی الاضلاع مثلث نمودار ہوا۔ اس کی طویل ٹائی نے اسے گویا دو مثلثوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

متساوی الاضلاع مثلث: ''حاضرین! ہر شکل اہمیت کی حامل ہے۔ میرے تینوں بازوؤں کی لمبائی یکساں ہوتی ہے جبکہ میرے دوسرے بھائی متساوی الساقین کے دو بازوؤں کی لمبائی ایک جیسی ہوتی ہے اور تیسرے بھائی مختلف الاضلاع کے تو تینوں بازو چھوٹے بڑے ہیں مگر ہم پھر بھی مل جل کر رہتے ہیں، اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اب رہی بات حادّہ، قائمہ اور منفرجہ مثلثوں کی تو ان میں بھی کوئی تنازع نہیں ہے۔ حادّہ مثلث خوش ہے کہ اس کے تینوں زاویے حادّہ یعنی 90 درجہ سے کم ہیں۔ قائمہ مثلث ممنون ہے کہ اس کا

کوئی ایک زاویہ قائمہ ہوتا ہے اور منفرجہ زاویہ ہر حال میں شکر گزار ہے کہ اس کا ایک زاویہ تو منفرجہ ہے۔ ہماری قسمیں الگ الگ ہیں مگر ہر بھائی (مثلث) کے تینوں زاویوں کی پیائش کا مجموعہ 180 درجہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ نے ہمیں یہ کتنی اہم خصوصیت عطا کی ہے اور اس طرح ہر شکل کو اللہ نے کسی نہ کسی خصوصیت سے نوازا ہے۔'' اب کی بار دیر تک ہال میں تالیاں بجتی رہیں۔ تمام شرکا مثلث برادران کو مبارکباد دے رہے تھے۔ صدر صاحب نے سب کو اسٹیج پر بلایا اور ان کی خدمت میں پھول پیش کیے۔ تمام چھ مثلثوں نے ہاتھوں میں ہاتھ ملا رکھے تھے۔

مخروط: ''ساتھیو! وقت کافی ہو چکا ہے اب پیٹ میں چوہے بھی کودنے لگے ہیں۔ اب جو ساتھی رہ گئے ہیں وہ اپنے مسائل ایک کاغذ پر لکھ کر صدر صاحب کو دے دیں۔'' کچھ ہی دیر کے وقفے میں ایک کاغذ صدر محترم کے ہاتھ میں تھما دیا گیا۔

صدر صاحب: اپنے مالک کا میں نام لے کر بزم کی ابتدا کر رہا ہوں۔ برادران! مجھے سب سے پہلے ریاضی کے اساتذہ سے مخاطب ہونا ہے کہ وہ روزمرہ زندگی کی مثالوں کے ذریعے ہمیں پڑھائیں۔ جیسے مستطیل کے لیے چارٹ، دیوار یا کرکٹ کی پچ کی مثال دی جاتی ہے اسی طرح شعاع باجی کے لیے ٹارچ سے نکلنے والی روشنی کی مثال دی جاسکتی ہے۔ کرّہ کے لیے گیند کی، مخروط کو سمجھانا ہو تو آئس کریم کا کون یا بندر کی ٹوپی دکھائی جاسکتی ہے۔ اسطوانہ ہمارے گھروں میں ڈرم اور اسٹیل کی ٹنکی کی صورت میں موجود ہیں۔ ریل کی پٹریاں اور بیاض کی لکیریں متوازی خطوط کا تصور واضح کر سکتی ہیں۔ مکعب وہ کیوب ہی تو ہے جسے ذہنی آزمائش کے طور پر بچّے کھیلتے ہیں۔ اس بڑے کیوب کا ہر چھوٹا ٹکڑا بھی مکعب ہی تو ہوتا ہے۔ اسی طرح مماس، دائرہ اور دیگر اشکال کی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ یہاں ہم اساتذہ کے لیے ایک قرارداد پاس کرتے ہیں اور ان سے گزارش کرتے ہیں کہ ہمیں روکھا سوکھا نہ پڑھائیں بلکہ جب بھی پڑھائیں رنگین چاک کا استعمال کریں، کمپاس باکس کے استعمال سے ہی ہمیں بنائیں، تعلیمی وسائل کو بروئے کار لائیں، اب تو زمانہ ڈیجیٹل ہو گیا ہے پھر ہم اس سے محروم کیوں؟ جس دن اساتذہ ہمیں انصاف کے ساتھ پڑھائیں گے میرے ساتھیوں کی تمام شکایتیں جو انھوں نے اس میٹنگ میں بیان کی ہیں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ بچوں سے بھی ہم گزارش کرتے ہیں کہ وہ روز کا کام روز کریں۔ جب بھی آس پاس کوئی چیز دیکھیں تو اس کے چہرے میں کس ہندسی شکل کا چہرہ نظر آرہا ہے اس پر غور کریں تو ہماری دوستی مزید مضبوط ہو جائے گی۔ اتنا کہہ کر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ اللہ حافظ۔'' قائمہ زاویے نے خطبہ صدارت کا حق ادا کر دیا۔ سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔

(پردہ گرتا ہے)

(تعارف مارچ 2021 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Mushtaque Karimi
342, Shani Peth
Jalgaon - 425001 (Maharashtra)
Mob.: 9028222348

رئیس صدیقی

کہانی

تحفہ میں گھوڑا

بچپن میں مجھے بھی کہانی سننے کا بہت شوق تھا۔ سردی میں روزانہ کھانا کھانے اور عشا کی نماز کے بعد میں اپنی پیاری نانی کے لحاف میں گھس جاتا اور نانی سے کوئی کہانی سناؤ، کوئی کہانی سناؤ کی رٹ لگاتا۔ پہلے تو نانی نیند آنے کا بہانہ بنا کر ٹالنے کی کوشش کرتیں۔ پھر میرے بار بار اصرار پر اپنی کہانیوں کے پٹارے سے کوئی کہانی سوچ سوچ کر سنانے لگتیں۔

اُس دن بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ وہ بولیں کہ آج میں نے تمھارے لیے عرب سے ایک کہانی منگوائی ہے۔ غور سے سننا۔ میں نے ان کی بات کو بہت سنجیدگی سے لیا اور دو زانو بیٹھ کر کہانی سننے کا انتظار کرنے لگا۔ نانی نے پہلے اپنا گلا کھنکارا اور پھر کہانی سنانی شروع کی:

عرب کے ایک گاؤں میں ایک بزرگ تھے۔ وہ بہت اللہ والے اور خدا ترس تھے۔ ان کے پاس ایک گھوڑا تھا۔ وہ گھوڑا بہت تندرست، تیز رفتار اور خوبصورت تھا۔ وہ اسے بہت چاہتے تھے۔ وہ گھوڑا انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا تھا۔ وہ اس کی بہت دیکھ بھال کرتے۔ خود روکھا سوکھا کھاتے لیکن اسے اچھا کھلاتے پلاتے۔ اس پر بیٹھ کر آس پاس کی سیر بھی کرتے۔

اس گھوڑے کی شہرت آس پاس کے گاؤں، قصبے اور شہر میں پھیل گئی۔ لوگ اس گھوڑے کو منھ مانگی قیمت پر خرید نے کے لیے تیار تھے۔ لیکن وہ اپنے گھوڑے کو کسی بھی قیمت پر بیچنے کے لیے تیار نہ تھے۔

ایک دن عرب کا ایک بہت مالدار تاجر اس گھوڑے کی

شہرت سُن کر اسے خریدنے کے لیے آیا اور منہ مانگی رقم دینے کی پیشکش کی لیکن وہ اسے کسی بھی قیمت پر بیچنے کے لیے رضامند نہ ہوئے۔

تاجر تجربہ کار تھا۔ اس نے دنیا دیکھی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ اپنی دولت سے اس گھوڑے کو نہیں خرید سکتا۔ لہٰذا وہ مایوس ہو کر جانے لگا لیکن جاتے جاتے ایک بات کہہ گیا کہ جو چیز مجھے پسند آجاتی ہے، اسے میں ہر حال میں حاصل کر کے رہتا ہوں! بات آئی گئی۔ وقت گذرتا گیا اور وہ بزرگ اس بات کو بالکل بھول گئے۔

ایک دن کی بات ہے کہ اُن بزرگ کو کسی ضروری کام سے شہر جانا پڑا۔ راستے میں جنگل پڑتا تھا۔ وہ جنگل سے گزر رہے تھے کہ انھیں پگڈنڈی پر ایک بوڑھا آدمی نظر آیا جو اس پر آہستہ آہستہ بہت تکلیف سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنا منہ ڈھک رکھا تھا۔ جسم پر میلے اور پھٹے کپڑے تھے۔ وہ بیمار بھی لگ رہا تھا۔ اس نے بزرگ گھوڑ سوار سے اپنی مجبوری بیان کرتے ہوئے مدد کی گہار لگائی۔

گھوڑے کا مالک بہت رحم دل اور ہمدردی کرنے والے نیک انسان تھے۔ انھیں اس بیمار آدمی پر ترس آگیا۔ وہ اپنے گھوڑے سے اترے اور اس بیمار بوڑھے کو اپنے گھوڑے پر سوار کیا تاکہ وہ اس ضرورت مند کو اس کی منزل تک پہنچا دیں۔

جیسے ہی وہ بوڑھا بیمار آدمی اس گھوڑے پر بیٹھا، اس نے اپنے منہ پر سے کپڑا ہٹایا اور بولا کہ میں نے کہا تھا کہ جو چیز مجھے پسند آجاتی ہے، اسے میں حاصل کر کے ہی دم لیتا ہوں۔ میں وہی تاجر ہوں جسے تم نے اپنا گھوڑا بیچنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب یہ میری ترکیب کی مہارت ہے کہ تم نے خود ہی اس گھوڑے کی لگام اور ملکیت مجھے سونپ دی۔

گھوڑے کے نیک بزرگ مالک یہ سب دیکھ کر ہکا بکا تھے۔ انھوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ان کے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے یا کوئی ایسا بھی کر سکتا ہے۔ انھوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد بولے:

اب یہ گھوڑا تمھارا ہے۔ تم نے واقعی اسے حاصل کر لیا۔ اب میں تم سے اس کی واپسی کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ اپنی جان سے زیادہ عزیز گھوڑا میں نے تمھیں تحفے میں دے دیا لیکن میری تم سے ایک التجا ہے کہ اگر لوگ تم سے اس گھوڑے کے بارے میں کچھ پوچھیں تو یہی کہنا کہ میں نے تمھیں اسے تحفہ میں دیا ہے۔

اس دھوکہ باز تاجر نے کہا کہ میں ایسا کیوں کہوں؟۔ میں نے تو اسے اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے حاصل کیا ہے۔

اس پر گھوڑے کے مالک اور دور اندیش بزرگ بہت سنجیدہ لہجہ میں بولے:

اگر تم یہ کہو گے کہ تم نے میرا گھوڑا مجھ سے ایک بوڑھا اور بیمار ضرورت مند بن کر اور مجھے بے وقوف بنا کر حاصل کیا ہے تو لوگ ضرورت مندوں پر بھروسہ نہیں کریں گے۔ ان کی پریشانی سن کر ان پر یقین نہیں کریں گے۔ لوگ مدد کے طلب گاروں کو شک کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ کوئی کسی پر ترس نہیں کھائے گا۔ کوئی کسی کی مدد نہیں کرے گا۔ کوئی کسی کے ساتھ ہمدردی نہیں برتے گا۔ کوئی کسی کے ساتھ نیکی نہیں کرے گا۔ لوگوں کا ہمدردی اور نیکی پر سے ایمان اُٹھ جائے گا!!!

(تعارف جون 2021 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Rais Siddiqui
Bungalow No. 2-Rahat Kada, 14-Green Valley
Enclave, Airport Road,
Bhopal- 462 030 (MP)
Mob: 9810141528
Email:rais.siddiqui.ibs@gmail.com

کہانی

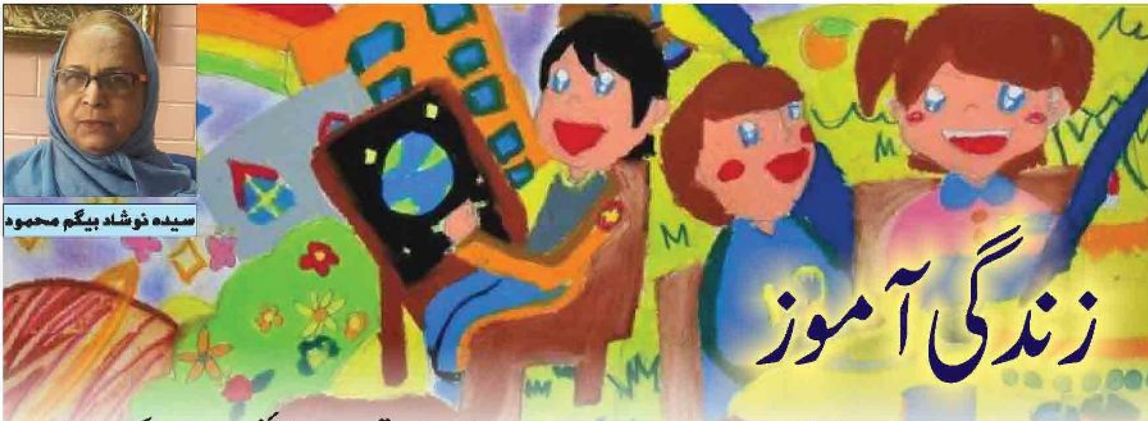

سیدہ نوشاد بیگم محمود

زندگی آموز

انسانی زندگی میں اچھا، بُرا، نیک، بد، فرشتہ، شیطان ایسی کئی شبیہات ناگزیر ہیں۔ ان سب کا سامنا ہر کسی کو کرنا ہی پڑتا ہے۔ لیکن یہ تمام واقعات کس طرح تخلیق ہوتے ہیں، اسے تلاش کرتے وقت فرد کو یہ بات ذہن نشین ہونا چاہیے کہ یہ دونوں فطرتیں جو ایک دوسرے کے برعکس ہیں یہ ہمارے اندر ہی پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے کسی فطرت کو ٹالنے کی آزادی تو ہر انسان کو حاصل ہے۔ والیا کولی کا بدل والمیکی رشی میں ہوا یہ تاریخ تو سب جانتے ہیں۔ کئی ڈاکو نیک بن گئے۔ چھوٹے عبدالقادر جیلانیؒ کی ذہانت آمیز اور سچی باتوں کو سن کر ایک خونخوار ڈاکو اپنے گناہوں پر پچھتایا اور اُس نے اُن کا شاگرد بننا قبول کرلیا۔ اسے کون فراموش کرسکتا ہے۔

بلندیاں اُتر آتی ہیں اُس آنگن میں
زمیں پہ رہتا ہے وہ شخص آسماں کی طرح

روی ایک نوجوان اور اُبھرتا ہوا مصور تھا۔ خود کی اندرونی فن مصوری کی قابلیت کو اجاگر کر کے ایک نامور مصور بننے کے لیے وہ سخت جدوجہد کر رہا تھا۔ ایک مرتبہ اخبار میں اشتہار شائع ہوا کہ کسی ادارے کو ایک خوبصورت شاہکار چہرے کی تصویر چاہیے تھی۔ اس اشتہار کو روی نے پڑھا۔ اشتہار کی نوعیت یہ بتا رہی تھی کہ کئی مصور ان میں حصہ لیں گے اور شاید یہیں سے میرے فن کو جلا ملے، یہ خواہش اُس کے دل میں بیدار ہوئی اور اس نے ایک عمدہ تصویر اس نمائش میں روانہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس بہانے ایک عظیم شاہکار بنانے کا مجھے شرف حاصل ہوا ہے اور اسے ہر حال میں مکمل کرنا ہے۔ براہِ راست شبیہ آنکھوں کے سامنے آکر کھڑی نہ ہوجائے تب تک وہ تصویر نہیں بنا سکتا تھا۔ اس لیے اُس نے فرشتہ صفت چہرے والے انسان کی تلاش شروع کردی۔

تلاش کرتے ہوئے وہ ایک اسکول میں پہنچا۔ وہاں ایک سات سال کا گول مٹول سا لڑکا اُس کی آنکھوں کو بھا گیا۔ اسی بچے کی تصویر بنا کر نمائش کو روانہ کرنے کی بات اُس نے ٹھان لی۔ روی نے اپنے سامنے اُس معصوم بچے کو بٹھا کر اپنی مکمل قابلیت دکھاتے ہوئے وہ تصویر بنائی۔ اپنی اس فنکاری پر وہ بے حد خوش لگ رہا تھا۔ اُس نے اس مصوری کو آخری ٹچ دے کر تصویر مکمل کی اور ادارے کے حوالے کردی۔ توقع کے مطابق روی کی یہ تصویر سب سے عمدہ تصویر کے روپ میں کامیاب ہوگئی اور روی کو اپنے پیشے کی پیش رفت میں اس تصویر کے ذریعے بہت قدر و منزلت حاصل ہوئی۔ بہت شہرت ملی۔ اُسے بہت بڑا مصور بننے کا شوق تھا۔ اس پیش قدمی میں تیز رفتاری آگئی۔

روی ایک مشہور مصور کے طور پر پہچانا جانے لگا۔ تقریباً 15 برس بعد اسی طرح اخبار پڑھتے ہوئے ایک اشتہار اُس کی

نظر سے گزرا۔ اُس اشتہار کے مطابق اُسی ادارے کو ایک شیطان کا عمدہ عکس مصوری کے ذریعے چاہیے تھا۔ اشتہار پڑھنے کے بعد اُسے اپنی پہلے پہل بنائی ہوئی معصوم صورت کے چہرے کی تصویر اور اس کی وجہ سے ملی ہوئی قدر و منزلت اور شہرت کی یاد آ گئی۔ اب اس مقابلے میں بھی شرکت کرنے کا اُس نے دل میں ٹھان لیا۔ روی کی پہلی والی عادت اب تک قائم تھی۔ سامنے جب تک اس انسان کی شبیہ نہیں آتی اُسے مصوری کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ اس شیطانی تصویر کے لیے شبیہ تلاش کرنا شروع کی۔ کہاں ملے گی ایسی مناسب شبیہ اسی تلاش میں وہ ایک جیل میں پہنچ جاتا ہے۔ وہاں کے ایک قیدی پر اُس کی نظر ٹھہر جاتی ہے۔ اس کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ شیطان کی تصویر کے لیے اس سے اچھا چہرہ ملنا ناممکن ہے۔ اسی قیدی کی تصویر بنائی جائے وہ طے کر لیتا ہے۔ قیدی کو سامنے بٹھا کر وہ تصویر بنانا شروع کرتا ہے۔ بہت ہی یکسوئی سے روی شیطان کی تصویر بناتا ہے۔ اپنی مصوری اور فن کاری کو دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے۔ قیدی بوکھلا جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ روی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس قیدی کو آخر کیا ہو گیا ہے؟ وہ قیدی سے پوچھ بیٹھتا ہے۔ ارے، آپ کیوں رو رہے ہو؟ تب قیدی نے کہا۔ صاحب! جب میں سات سال کا تھا تب بھی آپ نے اسی طرح میری تصویر بنائی تھی اور آج بھی آپ نے میری ہی تصویر کیوں بنائی ہے مجھے معلوم نہیں، لیکن پچھلے وقت تو آپ نے مجھے پیسے نہیں دیے تھے۔ مجھے اُس وقت ان پیسوں کی بہت ضرورت تھی۔ اُس وقت اگر مجھے یہ پیسے ملے ہوتے تو میری زندگی جو آج ہے اُس سے منفرد ہوتی، کیونکہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے پیسوں کی ضرورت تھی اور اس کے لیے میں چھوٹی چھوٹی چوریاں کرنے لگا اور اس طرح میں بہت بڑی جرائم کی ٹولی میں چلا گیا۔ اُن کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن گیا اور ان سب کا انجام کچھ ایسا ہوا جو آج میں ہوں۔

اچھا اور برا، فرشتہ اور شیطان یہ باتیں انسانوں کے باطن میں یعنی کہ قدرتی دین ہوتی ہیں اور معصومیت پہلے تخلیق ہوتی ہے اور انسان اگر غفلت میں پڑ جائے تو جانے انجانے میں شیطانی فطرت کب اُس پر حاوی ہو جاتی ہے یہ تو اس کے بھی خیال میں نہیں رہتا۔ اگر ان سب باتوں کو ٹالنا ہو تو انسان کو ہمیشہ بیدار رہنا ہوگا۔ اس طرح بیداری کے فقدان کی وجہ سے انسان کی فرشتہ صفت گم ہو کر اس پر شیطانی صفت کب قبضہ کرے گی یہ بات اُس کے بھی ذہن میں نہیں رہتی۔ فرشتہ صفت سے شیطانی صفت اور شیطانی صفت سے فرشتہ صفت اس طرح کا سفر کرنے والی کئی مثالیں ہمیں ملیں گی، کیونکہ یہاں انسان کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں رہنمائی بھی کام نہیں آتی۔ لیکن یہ سفر مشکل تو ہے پھر بھی ناممکن تو یقیناً نہیں ہو سکتا۔ والیا کولی کا روپ والمیک رشی میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ عبد القادر جیلانیؒ کے اصولوں کو دیکھ کر پیشہ ور ڈاکو اپنی فطرت اور عادتیں تبدیل کر لیتے ہیں۔ کئی چور، ڈاکو، سنت، مہاتما اور صوفی بن گئے۔ انھیں اپنی عادتیں چھڑا کر نیک فطرت میں تبدیل کرنی پڑی، لیکن ان سب کے لیے صحیح موقع اور رہنمائی کی انتہائی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ شان و شوکت عالم سدا کسی کی نہیں
چراغ سب کے بجھیں گے ہوا کسی کی نہیں

(ان کا تعارف فروری 2021 کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے)

■

Syda Naushad Begum Mehmood
Shree Darshan Apts., B/201
Mumbai Pune Road, Shastri Nagar
Kalwa 400605, Dist. Thane (Maharashtra)
Mob. 9867650210

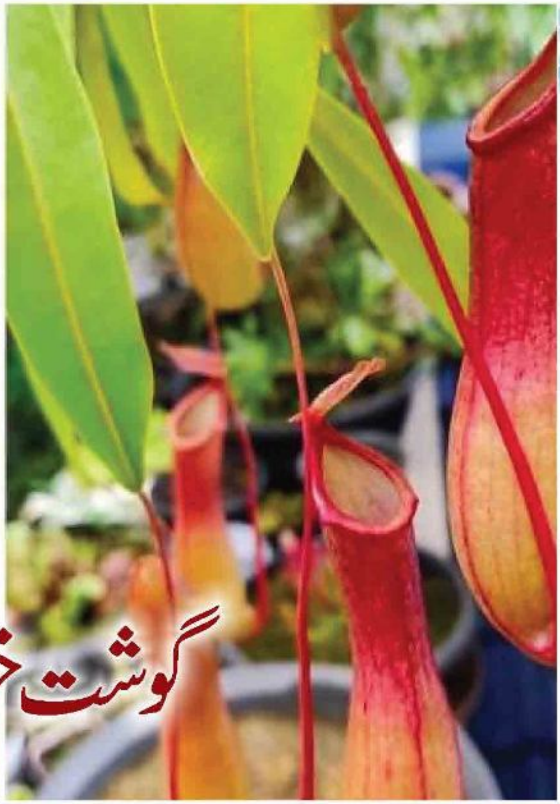

شاہ تاج خان

گوشت خور پودے

گھر میں داخل ہوتے ہی امجد نے اپنی امّی کو آواز دی۔ کوئی جواب نہیں ملا تو سیدھا امی کی پسندیدہ جگہ پہنچ گیا۔امجد کی امّی گھر کی چھوٹی سی گیلری میں ہمیشہ کی طرح اپنے پودوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھیں۔امجد نے اپنی امّی کو ایک مرتبہ پھر آواز دی۔ وہ جانتا تھا کہ امّی نے اُس کی آہٹ نہیں سنی ہوگی۔امجد کی امّی نے پلٹ کر دیکھا اور مسکرا کر کہا:

’’امجد دیکھیے کتنا خوبصورت گلاب کا پھول کھلا ہے۔‘‘

امجد نے پھول سونگھتے ہوئے کہا:

’’امّی! پھول سے خوشبو بھی بہت اچھی آرہی ہے۔‘‘ امجد کی امّی نے مسکرا کر کہا:

’’جی بیٹا! چلیے آپ ہاتھ منہ دھو لیجیے۔ میں تب تک کھانا نکالتی ہوں۔‘‘ امجد غسل خانہ میں چلا گیا اور امجد کی امّی نے باورچی خانہ کا رخ کیا۔

’’سائنس داں! آج آپ کا دن کیسا رہا؟ کیا کوئی نیا سوال ذہن میں کلبلا رہا ہے؟‘‘ کھانے کی پلیٹ امجد کے سامنے رکھتے ہوئے امجد کی امّی نے محسوس کیا کہ وہ کسی سوچ میں غرق ہے۔اپنی امّی کی بات پر امجد چونک کر بولا:

’’جی امّی! اسکول میں تو آج کا دن حسبِ معمول تھا۔ اچھا امّی! آپ ایک بات بتائیے۔کیا یہ پودے کسی کو کھا بھی سکتے ہیں؟‘‘ امجد نے اپنی فکر کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

’’جی ہاں! ایسے پودے ہوتے ہیں۔ جو کیڑے مکوڑوں کو کھاتے ہیں۔انھیں گوشت خور پودے (Carnivorous plants/insectivorous plants) کہتے ہیں۔‘‘ امجد کی امّی نے تفصیل سے بتایا:

’’میں تو سمجھ رہا تھا کہ نفیس بھائی مجھے صرف ڈرا رہے ہیں۔‘‘ امجد کچھ پریشان سا نظر آرہا تھا:

''نفیس نے آپ سے کیا کہا؟'' امجد کی امّی نے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا:

''وہ کہہ رہے تھے کہ جن پودوں کے ساتھ تم ہر وقت کھیلتے رہتے ہو، دیکھنا وہی پودے ایک دن تمھیں چٹ کر جائیں گے۔ کیا ہمارے پودے مجھے کھا سکتے ہیں؟'' امجد کی امی نے محسوس کیا کہ ادھوری معلومات کے سبب اُن کا سمجھدار بیٹا بہت گھبرا گیا ہے۔ انھوں نے امجد کے ماتھے پر پیار کیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا:

''اطمینان رکھیے، دنیا میں ایسا کوئی بھی پودا ابھی تک دریافت نہیں ہوا ہے جو انسان کو نگل سکے۔ یہ سب صرف فلموں میں دکھایا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ گوشت خور پودے اپنا وجود رکھتے ہیں۔ نفیس کی بات پوری غلط نہیں ہے مگر یہ ادھورا علم ہے، ادھوری معلومات خطرے کا موجب ہوتی ہیں۔ خیر! پہلے آپ کھانا کھا لیجیے اُس کے بعد ہم تفصیل سے اِس موضوع پر بات کریں گے۔'' امجد تھوڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اُسے بھوک بھی لگ رہی تھی۔

''جی امّی!'' امجد نے کہا اور کھانا کھانے لگا۔ کھانا کھانے کے بعد جب امجد آرام کرنے کے لیے اپنے بستر پر لیٹا تو امجد کی امی نے اُس کا سر اپنی گود میں رکھ کر بالوں کو سہلانا شروع کیا کہ امجد نے پوچھا:

''امّی آپ نے کہا کہ گوشت خور پودے ہوتے ہیں۔ مجھے اُن کے بارے میں کچھ بتایئے۔'' امجد کی امّی نے بتانا شروع کیا۔

''جی ایسے پودے ہوتے ہیں۔ اب تک تقریباً چھ سو سے زیادہ اقسام کے ایسے پودے دریافت کیے جا چکے ہیں جو کیڑے مکوڑوں اور کچھ چھوٹے جانوروں جیسے چوہے، مینڈک وغیرہ کو ہضم کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔'' امجد نے پھر سوال کیا۔

''میں نے تو صرف جانوروں اور انسانوں کو پودے کھاتے دیکھا ہے۔ آپ کہہ رہی ہیں کہ یہ خوبصورت پودے جانوروں کو بھی کھا جاتے ہیں۔'' امجد کی امّی نے کہا۔

''صرف چھوٹے کیڑے مکوڑوں کو کھاتے ہیں۔ یہ بات اپنے ذہن میں ضرور رکھیے۔'' امجد نے سر ہلایا اور کہا۔

''جی امی! لیکن ایک بات تو بتایئے کہ اِس طرح کا کوئی گوشت خور پودا ہمارے گھر میں تو نہیں ہے؟'' امجد نے اپنی تشویش کا اظہار کیا۔

''جی نہیں بیٹا۔ اِس طرح کے پودے صرف اُس زمین میں نشوونما پاتے ہیں جہاں کی زمین میں نمکیات اور نائٹروجن کی کمی ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں پودوں کو زندہ رہنے اور خود کو مضبوط بنانے کے لیے کیڑے مکوڑوں اور چھوٹے چھوٹے جانور جیسے چوہا، مینڈک وغیرہ کو کھا کر اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ یہ شکاری پودے شکار سے اپنی غذا میں موجود کمی کو پورا کرتے ہیں۔'' امجد کی امّی نے تفصیل سے بتایا۔

''یہ اتنے پیارے خوبصورت سے پودے خطرناک گوشت خور کیوں بن گئے؟'' امجد بہت فکر مند تھا۔

''ہوں ں ں۔ مان لیجیے، ہمارے جسم میں کسی چیز کی کمی واقع ہو جاتی ہے تو ڈاکٹر ہمیں کچھ خاص چیزیں کھانے کے لیے کہتا ہے۔ تا کہ ہمارے جسم کی کمی کو پورا کیا جا سکے۔'' امجد نے فوراً کہا۔

''جی ایسا تو ہوتا ہے۔ دوائیں بھی دی جاتی ہیں۔ جب میرا پیٹ خراب ہوا تھا تو ڈاکٹر انکل نے مجھے بہت سارا پانی پینے کے لیے بھی کہا تھا۔ امّی! اِن پودوں کو کس نے کہا کہ وہ اپنی خوراک میں گوشت کو شامل کر لیں؟'' امجد کے سوال پر امّی مسکرائیں اور جواب دیا۔

''یہ تو قدرت کا نظام ہے۔ جو وقت اور حالات کے مطابق خود کو تبدیل کرنے کے قابل ہوتے ہیں وہ زندہ رہ پاتے ہیں۔ٹھیک اسی طرح اِن پودوں نے بھی اپنی نشوونما کے لیے مختلف ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے اپنے اندر تبدیلی پیدا کی اور خود کو زندہ رکھنے میں کامیابی حاصل کی۔'' امجد کی امّی نے اپنی بات ختم کی تو امجد نے تشویش بھرے انداز میں کہا۔

''امّی آپ کو ان پودوں کے بارے میں اتنی ساری باتیں کیسے معلوم ہیں؟'' امجد کی امّی کو ہنسی آ گئی۔ انھوں نے امجد کے سر پر پیار سے ایک چپت لگاتے ہوئے کہا۔

''ہیرو! آپ کی امّی بھی اسکول جاتی تھیں۔ میں نے گوشت خور پودوں (Carnivorous plants) کے بارے میں بارہویں جماعت میں پڑھا تھا،لیکن بہت زیادہ معلومات میرے پاس نہیں ہیں ۔اِس لیے میں نے یہ کتاب نکالی ہے تاکہ آپ کو کچھ معلومات دے سکوں۔'' امجد کی امی نے انسائیکلوپیڈیا سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''ارے واہ! چلیے اب آپ مجھے گوشت خور پودوں کے بارے میں بتائیے۔'' امجد کی امّی نے کہا۔

''ابھی میں نے کتاب نکالی ہے، پڑھنا باقی ہے۔آپ ایسا کیجیے کہ تھوڑی دیر آرام کیجیے تب تک میں آپ کی عمر کے مطابق کچھ معلومات تلاش کرلیتی ہوں۔ پھر آپ کو سمجھانے کی کوشش کروں گی۔'' امجد کی امی نے اس کی آنکھوں میں نیند دیکھ لی تھی۔ اِس لیے امجد کے سر کے نیچے تکیہ رکھا اور آہستہ سے کمرے سے باہر آگئیں اور خود کتاب کا مطالعہ کرنے لگیں، کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ آنکھ کھلتے ہی امجد کے سوالوں کی بوچھار پھر شروع ہوجائے گی۔

چار بجے کے قریب امجد کو اُس کی امی نے جگایا۔ منھ ہاتھ دھو کر امجد نے اپنی امی سے کچھ کھانے کے لیے مانگا۔ کچھ پھل کاٹ کر امجد کی امی نے اسے دیے۔سیب کھاتے ہوئے امجد نے پوچھا:

''امّی! آپ نے گوشت خور پودوں کے بارے میں کیا پڑھا ہے مجھے بھی تو بتائیے۔'' اپنی عادت کے مطابق امجد نے سوال کیا:

''جی بیٹا! میں نے کچھ پودوں کے بارے میں پڑھا ہے۔ میں نے اپنا ہوم ورک کرلیا اب آپ کو بھی ایک کام کرنا ہوگا۔'' امجد نے کہا:

''جی بتائیے۔ مجھے اِس مرتبہ کیا کام کرنا ہوگا؟'' امجد جانتا ہے کہ امّی تعلیمی گفتگو کے بعد اُسے کوئی کام ضرور دیتی ہیں جو کسی کی بھی مدد لیے بنا اُسے خود انجام دینا ہوتا ہے۔

''میں جن پودوں کے بارے میں آپ کو بتاؤں گی آپ اُن تمام پودوں کی تصاویر اکٹھا کریں گے۔ اور اپنی اسکریپ بک میں چپکائیں گے۔'' امّی کی بات سُن کر امجد نے کہا:

''جی امّی! مجھے اب جلدی سے اُن خطرناک پودوں کے نام اور شکار کرنے کا طریقہ بتائیے۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا ہے کہ جب شکاری، شکار کرنے نکلتا ہے تو اُسے تو شکار کے پیچھے بھاگنا پڑتا ہے۔ یہ پودے تو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے اور کیڑے مکوڑے تو یہاں وہاں اُڑ سکتے ہیں۔ پھر یہ گوشت خور پودے انھیں پکڑتے کیسے ہیں؟'' امجد کی امّی اپنے صاحبزادے کے سوال سے بہت خوش ہوئیں۔ اُس کو ڈھیر ساری دعائیں دیتے ہوئے کہا:

''بیٹا! شکاری کہیں نہیں جاتا بلکہ شکار خود شکاری کے پاس آتا ہے۔'' امجد کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں اُس نے پوچھا:

''امی! میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ذرا ٹھیک سے سمجھائیے۔''

امجد کی امّی نے کہا:

''میں آپ کو کچھ گوشت خور پودوں کی خوبیوں کے بارے

میں بتاتی ہوں۔ آپ خود سمجھ جائیں گے کہ شکار خود شکاری کے پاس کیسے پہنچ جاتا ہے۔'' امجد کی امّی نے انسائیکلوپیڈیا سامنے رکھا اور ایک خوبصورت سے پودے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''یہ دیکھیے۔ اسے Pitcher plant یا Pitfall trap کہتے ہیں۔ اس کی شکل بالکل کسی گھڑے یا صراحی کی طرح ہوتی ہے۔ اسی لیے اس کا نام پچر پلانٹ ہے۔ اِن کے اندر سیال(Fluid) بھرا ہوتا ہے۔ اِس کی بھینی بھینی خوشبو سے کیڑے مکوڑے کھنچے چلے آتے ہیں۔ جیسے ہی وہ اِس سیال پر بیٹھتے ہیں تو وہ اسی میں ڈوب جاتے ہیں۔ ان پودوں کے اوپر اکثر ایک ڈھکن بھی ہوتا ہے جو فوراً بند ہو جاتا ہے اور پھر یہ واپس تبھی کھلتا ہے جب پودا اُس کیڑے کو ہضم کر لیتا ہے۔ کچھ سمجھے ہیرو!'' امجد حیرانی سے پودے کی تصویر دیکھ رہا تھا۔ ابھی امجد صرف چوتھی جماعت میں ہے اِس لیے وہ اِن باتوں کو سمجھنے کے لیے اپنی امّی کی مدد لیتا ہے۔ امجد نے دوسری تصویر پر انگلی رکھ کر پوچھا:

''یہ والا پودا کیسے شکار کرتا ہے؟'' امّی نے بتانا شروع کیا:

''یہ Flypaper trap ہیں۔ اِن کی پتیوں پر ایک چپچپا مادّہ ہوتا ہے۔ جیسے ہے کوئی کیڑا پتے پر بیٹھتا ہے وہ وہیں چپک جاتا ہے۔ اور انہیں پتیوں کے ذریعہ اُسے ہضم کر لیا جاتا ہے۔ یہ والا پودا دیکھیے۔ کتنا خوبصورت ہے نا۔'' امجد نے کہا:

''اِس کی شکل تو ہمارے منہ کی جیسی ہے۔'' امجد کی امّی نے کہا:

''جی۔ اسے Venus flytrap کہتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی کیڑا اِس کے چپچپے حصّے پر آ کر بیٹھتا ہے۔ یہ فوراً حرکت میں آتا ہے اور کیڑے کو اپنے جبڑے جیسے پتوں میں جکڑ لیتا ہے۔ اور پھر یہ منہ تب تک نہیں کھلتا جب تک وہ کیڑے کو ہضم نہ کر لے۔'' امجد ایک تصویر کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اپنی امی سے پوچھا:

''یہ پودا تو پانی کے اندر ہے۔ کیا گوشت خور پودے پانی کے اندر بھی ہوتے ہیں؟'' امجد کی امّی نے بتایا:

''جی! انہیں Water wheel plants کہتے ہیں۔ یہ بھی شکار کرتے ہیں لیکن پانی کے اندر۔ اِن پودوں کو دیکھیے۔ یہ بلیڈر ٹریپ (Bladder trap) ہیں۔ یہ بہت انوکھا طریقہ اپناتے ہیں۔ یہ بغیر جڑ کے پودے ہیں۔ ان کے پتوں اور تنوں پر مثانے سے مشابہ ایک تھیلی ہوتی ہے۔ یہی کیڑے مکوڑوں کو پکڑنے کا کام کرتی ہے۔ یہ کیڑوں کو چوس یا کھینچ لیتی ہے اور پھر بعد میں دھیرے دھیرے انہیں ہضم کر کے پودے کی غذائی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔'' امجد کی امّی نے اپنی بات پوری کی اور پانی پیا۔ تب تک امجد نے صفحہ تبدیل کیا تو تصویر دیکھ کر خوش ہو گیا اور بولا:

''یہ پودا دیکھیے۔ کیا یہ والا بھی گوشت خور ہے؟'' امجد کی امّی نے کہا:

''جی! یہ لوبسٹر پوٹ ٹریپ (Lobsterpot trap) ہے۔ اِن میں سے میٹھی میٹھی خوشبو نکلتی ہے۔ کیڑے مکوڑے اِس خوشبو سے بندھے چلے آتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی کیڑا اِس پودے کے اندر داخل ہوتا ہے تو قید ہو جاتا ہے۔ اِس کے پتے اندر سے کھوکھلے ہوتے ہیں۔ پتوں میں سے جگہ جگہ سے روشنی نظر آتی ہے شکار روشنی دیکھ کر اُس جانب بھاگتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ باہر جانے کا راستہ ہے کوئی دروازہ ہے، لیکن وہاں کوئی راستہ نہیں ہوتا وہ تو ایک جال ہوتا ہے۔ کیڑا روشنی کی طرف بھاگتا رہتا ہے اور آخر میں سیال میں روشنی دیکھ کر خود ہی اُس میں چلا جاتا ہے اور ڈوب جاتا ہے۔'' امجد کو کیڑے مکوڑوں سے ہمدردی ہو رہی تھی:

''بے چارے! امی آپ نے یہ نہیں بتایا کہ چوہے اور مینڈک کو کھانے والے پودے کون سے ہوتے ہیں؟'' امجد کی امی نے بتایا:

''انھیں پودوں میں سے کچھ پودوں کا حجم (Size) اِتنا بڑا ہوتا ہے کہ چوہے اور مینڈک اُن کی خوراک بن جاتے ہیں، لیکن انھیں ہضم کرنے کے لیے پانچ سے بارہ دن تک پودے کو محنت کرنا پڑتی ہے۔'' امجد نے صفحہ تبدیل کیا تو اب دوسرا کوئی باب تھا۔ امجد کی امی نے کہا:

''آج کے لیے اتنا کافی ہے۔ اب آپ کی باری ہے۔ Carnivorous plants کی خوبصورت تصاویر اکٹھا کیجیے اور اپنی اسکریپ بک میں چپکائیے۔'' امجد نے کہا:

''جی امی! میں کل ہی Stationery shop پر جاؤں گا اور اچھی اچھی تصویریں تلاش کرکے لاؤں گا۔'' امجد کی امی نے کہا:

''اب آپ اپنا اسکول کا ہوم ورک کر لیجیے۔ میں بھی اپنے پودوں کو پانی دے دوں۔'' امجد نے ڈرامائی انداز میں کہا:

''ورنہ کہیں ہمارے پودے بھی اپنی نشوونما کے لیے خود کو تبدیل کرنا نہ شروع کر دیں اور گوشت خور بن کر ہم پر ہی حملہ کر بیٹھیں!'' امجد کی امی نے ہنستے ہوئے کہا:

''شرارتی!'' اور دونوں ہنسنے لگے

(تعارف مارچ 2021 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Shahtaj Khan
588/2b, Plot No 40 , Flat No 4,
Hayat Manzil ,New Era Society
Bibwewadi, Marketyard
Pune- 411037 (Maharashtra)
Mob.: 9225545354

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں 'بچوں کی دنیا' کا رکن سالانہ خریدار بننا چاہتا/ چاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/ منی آرڈر.................................. بتاریخ..................................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِتعاون سالانہ -/100 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: CNRB0019009 میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159, Email.: magazines@ncpul.in

دستخط

عذرا سہیل

اسکول بیگ

عابد بیٹا آج اسکول نہیں جانا ہے کیا؟ امی نے بڑے پیار سے جگاتے ہوئے کہا۔

بس تھوڑی دیر اور سونے دو۔ عابد نے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔

نہیں بیٹا دیر ہو جائے گی اور اسکول میں ڈانٹ پڑے گی۔نہیں امی دیر نہیں ہوگی۔ یہ اسکول اتنی صبح صبح کیوں ہوتے ہیں۔ وہ اتنا کہہ کر۔ دوبارہ تکیہ منھ پر رکھ کر سونے لگا۔

امی پھر سے واپس آئیں۔ عابد بیٹا اٹھو۔ اسکول نہیں جاؤ گے ...؟ تو ڈاکٹر کیسے بنو گے...؟ ماں باپ کا نام کیسے روشن کرو گے...؟ اٹھ جاؤ۔ اٹھ کر برش کر لو... فریش ہو جاؤ۔ ابو آفس جاتے وقت تم کو اسکول چھوڑ دیں گے۔

عابد آنکھ ملتے ہوئے باتھ روم تک گیا۔ لیکن نیند اب بھی اس کی آنکھوں میں بھری ہوئی تھی۔ عابد نے اٹھ کر اچھے سے برش کیا اور ابو نے خود نہاتے وقت عابد کو بھی نہلا دیا۔ اب عابد نہا دھو کر اسکول جانے کے لیے تیار تھا۔

عابد ناہیدہ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ وہ اس کو اچھی طرح پڑھا لکھا کر ڈاکٹر بنانا چاہتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ایک اچھا انسان بھی۔ اس لیے قدم قدم پر اس کی دوست بن کر اس کی رہنمائی کرتی رہتی۔

وہ چاہتی تھی اس کا بیٹا ایک Robot نہ ہو، بلکہ اس کے اندر ایک سمجھ ہو۔ وہ لوگوں کے جذباتوں کو سمجھے۔ وہ صرف ایک رٹّو طوطا بن کر نہ رہ جائے اور مادیت کے اِس دور میں اس کا مقصد صرف دولت کمانا نہ ہو۔

وہ چاہتی تھی۔ اس کے اندر انسانیت ہو۔ اس لیے وہ عابد کو اسکولی تعلیم کے ساتھ ساتھ انسانیت کی تعلیم بھی دینا چاہ رہی تھیں۔

ناہیدہ جلدی جلدی عابد کا ٹفن پیک کر رہی تھی۔

ناہیدہ ٹفن میں ناشتہ ڈال رہی تھی۔ تو عابد نے کہا۔ امی بہت زیادہ ہے۔ تو کیا ہوا بیٹا اسکول میں کسی کے ساتھ شیئر کر لینا۔ مل بانٹ کر کھانے سے محبت بڑھتی ہے۔

لیکن امی میرا دوست ریحان ہے، اس کی ٹفن کا کھانا اچھا نہیں ہوتا۔ میرا اچھا ہوتا ہے۔

اس کے پاس صرف روز روٹی سبزی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی تو وہ کچھ بھی نہیں لے کر آتا۔

تو بیٹے اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ آپس میں ٹفن شیئر کیا کرو اور ریحان کو بھی کھلایا کرو، سمجھ گئے۔

اللہ نے ہمیں دیا ہے۔ اس میں سب کا حق ہوتا ہے۔

امی ایک سوال اور... نہیں اب اسکول سے آنے کے بعد... دیر ہو رہی ہے۔ تمھارے انھیں سوالوں میں روز اسکول کی دیر ہو جاتی ہے۔

ابو آفس جاتے وقت تم کو اسکول چھوڑ دیں گے۔

عابد اسکول پہنچ چکا تھا۔ اس نے خوب من لگا کر پڑھائی کی اور لنچ کے وقت عابد اور ریحان نے لنچ شیئر کر کے کھایا۔

وقت کے ساتھ ہی دونوں میں دوستی ہوگئی۔ عابد ہمیشہ اسکول میں اول نمبر پر آتا اور ریحان دوسرے نمبر پر آتا۔ دونوں اسکول میں مل کر بہت مستی کرتے۔ دھیرے دھیرے ششماہی امتحان آگئے۔ عابد امتحان کی تیاری میں لگ گیا۔ عابد کو اس بار بھی اسکول میں اول درجے سے پاس ہونا تھا۔

عابد نے ہر Subjects کو اچھی طرح سے تیار کیا اور سب چیزوں کو بہت اچھی طرح سے یاد کر لیا۔ جب تک امتحان چلے عابد نے خوب اچھے سے سارے پیپر دیے۔ اس کے بعد کچھ دن کی چھٹیاں ہوئیں۔ عابد امی ابو کے ساتھ باہر گھومنے گیا۔ اس نے نئی نئی چیزوں کو دیکھا۔ نئے نئے لوگوں سے ملا۔ عابد اسکول کھلنے سے پہلے گھر آ گیا اور جس دن اسکول کھلا سب بچے اسکول میں جمع ہوئے۔

آج امتحان کا رزلٹ آنے والا تھا، لیکن اس بار عابد دوسرے نمبر پر آیا، پورا اسکول حیران تھا۔ عابد دوسرے نمبر پر کیوں تھا، لیکن عابد کے چہرے پر کوئی مایوسی نہیں تھی۔ وہ گھر آیا۔

امی کو بھی عابد کے رزلٹ کا انتظار تھا۔ گھر پہنچتے ہی امی نے عابد کے ہاتھ سے رزلٹ لے کر دیکھا۔

امی کے چہرے پر تھوڑی مایوسی ہوئی، لیکن امی نے فوراً کہا بیٹا کوئی بات نہیں زندگی میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ اگلی بار پھر اول آجاؤ گے۔ تم نے محنت کی...! اول اور دوسرے نمبر پر آنے سے زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ چلو ہاتھ دھولو۔ کھانا کھاتے ہیں۔

شام کے وقت جب عابد بیٹھا تھا۔ امّی عابد کے پاس آئیں۔ اچھا بیٹا عابد تم کو پڑھنے میں کہیں کوئی پریشانی تو نہیں آرہی ہے...؟ تمھارا Math تو سب سے اچھا ہے اور اس بار اس میں ہی کم نمبر آئے ہیں۔ کیا سمجھ میں نہیں آیا میرے بیٹے ...؟ کون سا سوال تم کو نہیں سمجھ آرہا تھا۔

عابد نے امی کی طرف بڑی غور سے دیکھا اور بولا۔ مجھ کو سارے سوال آرہے تھے۔

لیکن ایک سوال کو میں نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا تھا۔

امّی کو بہت حیرانی ہوئی، ایسا کیوں کیا میرے بچے...

امی اس بار اسکول میں اعلان ہوا تھا کہ اوّل آنے والے کو اسکول کی طرف سے اسکول بیگ ملے گا اور میں چاہ رہا تھا کہ وہ اسکول بیگ ریحان کو ملے...

کیوں تم ریحان کو اوّل لانا چاہ رہے تھے۔ امی نے بڑے پیار سے پوچھا...

امی بات یہ ہے کہ میرے پاس تو دو اچھے اچھے اسکول بیگ ہیں، لیکن ریحان کے پاس ایک ہی ہے، وہ بھی کئی جگہ سے پھٹا ہے جس کو ریحان کی امی نے جگہ جگہ سے سلا ہے... اس لیے میں چاہ رہا تھا کہ وہ اول آکر اسکول بیگ لے۔

امی نے عابد کو گلے سے لگا لیا اور آنکھ میں آنسو بھر گئے اور اب ان کی محنت پوری ہوگئی تھی کیونکہ وہ اپنے بچے کو اول کی دوڑ میں شامل نہیں کرنا چاہتی تھیں بلکہ اس کو ایک اچھا انسان بنانا چاہ رہی تھیں اور وہ اس میں کامیاب ہو رہی تھیں...

دوسرے دن Parents meeting تھی اور اول آنے والے بچے کو انعام بھی ملنا تھا۔ ریحان کو اسکول بیگ مل رہا تھا اور ریحان اسکول بیگ لیتے وقت عابد کی طرف ہی دیکھ رہا تھا...

اور عابد کی امی پہلی بار اپنے بچے کے دوسرے نمبر پر آنے پہ اتنا خوش تھی جتنا کہ اول آنے پر بھی نہ ہوتی تھیں...

■

Azra Suhail
267/352 A, Tulsipur
Prayagraj- 211003 (UP)
Mob.: 9958565956

فاضلہ الفت

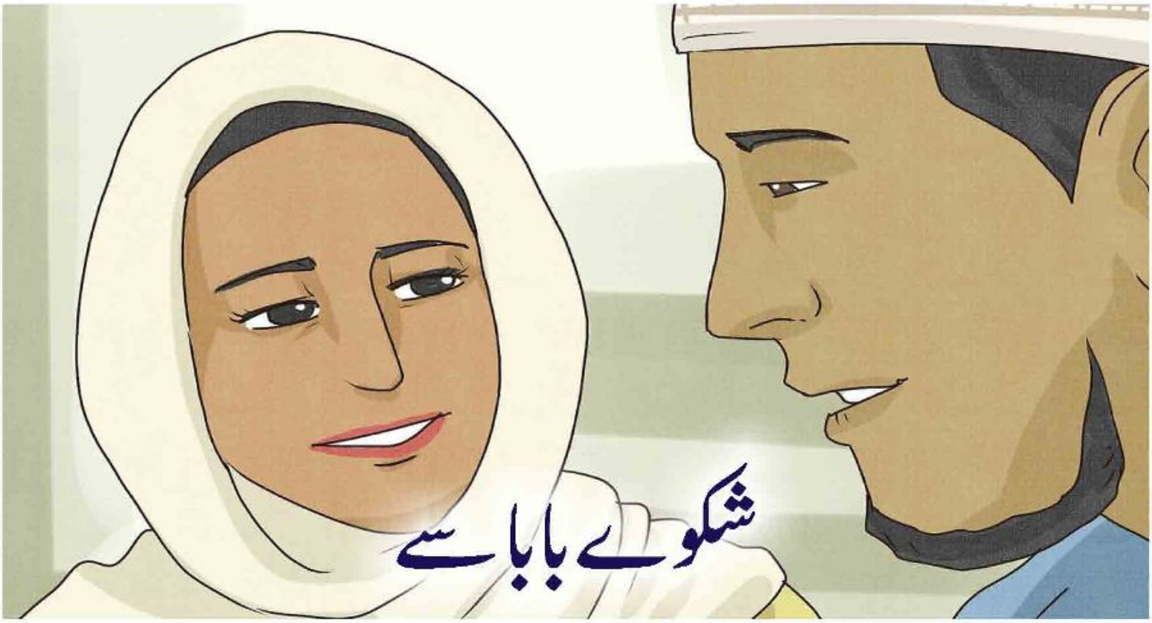

شکوے بابا سے

''مجھے آپ سے شکایت ہے!''

وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''مجھے آپ سے شکایت ہے بابا!''

آغا ابراہیم کی چودہ سالہ بیٹی مناہل ان سے شکوے کررہی تھی۔ کچھ دنوں سے ان کے تعلقات بگڑتے نظر آرہے تھے۔ مناہل نے پچھلے تین چار دنوں سے آغا ابراہیم سے بات نہیں کی تھی۔ پچھلے کچھ دنوں سے اس کی ہنسی غائب تھی۔ ڈائننگ ٹیبل پر بھی وہ کئی دنوں سے غیر حاضر تھی۔

''مجھے آپ سے...''

اس کے آنسو تھم نہیں رہے تھے۔ اس نے ہچکیوں کے ساتھ بمشکل اپنے جملے پورا کرنے کی کوشش کی۔

''آپ مجھ سے بالکل محبت نہیں کرتے؟''

''آپ میں یہ تبدیلیاں کیسی ہیں بابا!''

''لیکن مناہل پچھلے تین دنوں سے آپ کے سلوک میں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔''

آغا صاحب نے کہا۔

''بابا! آپ نے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ یہ کیسے اور کیوں ہوئیں؟''

آغا ابراہیم خاموشی سے اسے تکتے رہے۔

''محبت کسے کہتے ہیں بابا! اسے جسے اپنے بیش قیمتی وقت سے محروم رکھا جائے؟''

''کسے کہتے ہیں؟''

اس کی آنکھوں سے آنسو پیہم جاری رہے۔

''رشتے تو محبت کا دوسرا نام ہیں نا!''

آغا ابراہیم خاموشی سے اسے سن رہے تھے۔ وہ اب تک اس کے شکوے کو سمجھنے سے قاصر تھے۔

''بابا! آپ نے میرے حصے کا سارا وقت اپنے موبائل کو دے دیا۔ کیسا ظلم ہے یہ؟ کیسی محرومیت؟'' آپ نے تو مجھ سے گفتگو بھی کم کردی۔ میرے لیے فکرمندی... سب کچھ!''

''کیا موبائل فون آپ کو مجھ سے زیادہ عزیز ہے؟''

''یوں پل بھر میں آپ کیسے بدل گئے؟''

موبائل فون بھی کتنا خوش قسمت ہے نا کہ اسے میرے بابا

کی توجہ ملی۔ وہ موجودگی ملی جس کی مستحق کبھی میں تھی۔ میرا حق اسے کتنی آسانی سے مل گیا، اسے تو بالکل مشقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ بابا! آپ کو اپنی فیملی سے وہ فاصلے کیوں نظر نہیں آتے جس کا سبب آپ کا فون ہے؟ یہ ساری تبدیلیاں کیسی ہیں؟''

''مناہل! بیٹا میرے بزنس جڑے ہیں ان سے۔ یہ میری مجبوری ہے کہ میں اپنے فون کو تمھارے حصے کا وقت بھی دے دیتا ہوں۔ تم بچی ہو.... تم نہیں سمجھتیں۔ تمھاری آسائش و آرام اور سکون کے لیے میں فکر مند ہوں جبھی تو اتنی مصروفیات سے نپٹنا پڑتا ہے۔ میں تمھیں ہر طرح کا سکون دینا چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ مجھے تم سے محبت ہے میری جان۔''

مناہل نے روتے ہوئے کہا ''ایسی آسائش و آرام میں آپ کون سا سکون ڈھونڈتے ہیں جہاں ایک دوسرے کے لیے وقت ہی نا ہو! جہاں ہم اپنے حصے سے محرومیت محسوس کریں؟ جہاں ایک دوسرے کے لیے فکرمندی غائب ہوتی نظر آئیں؟ جہاں محبت میں کمی آجائے۔ کیسا سکون بابا! کیا ایک بابا کی ذمے داری صرف بچوں کو آسائش و آرام عطا کرنا ہے؟ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں!؟

اگر آپ دنیا کے سب سے امیر انسان بھی بن جائیں تو آپ صرف وہی چیزیں خرید سکتے ہیں جو مارکیٹ میں بکنے کی ہوتی ہیں۔ آپ خوشیاں، سکون، توجہ، موجودگی اور محبت کو تو نہیں خرید سکتے نا؟

پھر آپ انھیں پیسوں کے ذریعے سے کیوں تلاش کرتے ہیں؟ سب سے امیر ہونے کے لیے پیسہ پیمانہ نہیں ہے بلکہ آپ کے رشتے ہیں۔ ان میں درار آجائے تو آپ انھیں پیسوں سے نہیں بھر سکتے بابا!

انسانی زندگی بہت چھوٹی ہے۔ اپنوں کو وقت دیں! یوں رواں زندگی کب ٹھہر جائے کسے معلوم؟ ساری زندگی ہم اپنوں کے لیے سکون ڈھونڈتے رہ جائیں گے اور اپنے یوں ہی اس سفر میں آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں گے۔

اللہ نے تو ہمیں اتنے مقدس رشتے میں باندھا ہے بابا! ایک باپ اور بیٹی کا رشتہ۔ جو بہت مضبوط ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ مائیں بیٹوں سے زیادہ پیار کرتی ہیں مگر بابا مجھے معلوم ہے آپ زیادہ پیار کرتے ہیں۔ پھر آپ میرے حصے کا وقت موبائل فون کو کیسے دے سکتے ہیں؟ آپ کی توجہ کا مستحق مجھ سے زیادہ وہ کیسے ہوسکتا ہے؟

بابا! آپ بے شک مجھے ہر طرح کی سہولت دے دیں مگر آپ خود مجھے وقت نہ دیں تو یہ ساری سہولیات اس کا نعم البدل نہیں ہوسکتیں۔ ایک بیٹی اپنے بابا کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی ہے۔ اپنے بابا کی توجہ اور موجودگی کی طلبگار رہوتی ہے مگر آپ کی مصروفیات ہیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں۔ ان مصروفیات نے آپ کو اس قدر گھیرے رکھا ہے کہ آپ مجھے بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔

پتہ ہے بابا! جب ایک باپ اپنی بیٹی کو اس توجہ اور موجودگی سے محروم رکھتا ہے نا تو وہ بیٹی غلط راستے صرف اس محرومیت کی بھرپائی کے لیے اختیار کرلیتی ہے۔ بابا! غلط رستوں کو میری مجبوری نہ بننے دیں پلیز!

ہمیں ہمارے حق سے تو محروم نہ کریں!

اس کے گال آنسوؤں سے پوری طرح بھیگ چکے تھے۔ اب شاید اس کی ہمت جواب دیتی تھی کہ وہ مزید شکوے کرے۔

''آپ موبائل فون کو اس کے حصے کا وقت دیں، مصروفیات کو ان کا اور مجھے میرا۔ بس اتنی سی گزارش ہے آپ سے!''

■

Fazela Ulfat
Domanpura, Teleyana
Maunath Bhanjan- 275101 (UP)

اسید اشہر

ریحان کا جذبہ

ریحان پچھلے کئی دنوں سے محسوس کر رہا تھا کہ اس کے پیارے اور پسندیدہ استاد شفقت حسین سر، پریشان لگ رہے ہیں۔ آن لائن لیکچر میں پڑھاتے پڑھاتے وہ کہیں کھو جاتے ہیں، محلے کی مسجد میں وہ بوجھل قدموں کے ساتھ آتے ہیں اور نمازیوں کے چلے جانے کے بعد بھی دعا میں ہاتھ اٹھائے دیر تک بیٹھے رہتے ہیں، کہیں راستے میں ملتے اور ریحان انہیں سلام کرتا تو بے خیالی میں جواب دے کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔

ریحان کئی دنوں تک اسی کشمکش میں مبتلا رہا کہ وہ اپنے پسندیدہ استاد کی پریشانی کا پتہ کیسے لگائے اور اسے دور کیسے کرے۔ شفقت سر اس کے پسندیدہ استاد تھے۔ ان کی عمر پینتیس سے چالیس کے درمیان ہوگی۔ ان کے چہرے سے سنجیدگی و متانت جھلکتی تھی۔ وہ ساتویں جماعت سے اسے اردو پڑھا رہے تھے۔ ان کے پڑھانے کا انداز ہی تھا جس کی بدولت ریحان اردو زبان میں غیر معمولی دلچسپی لینے لگا تھا۔ وہ ان سے اردو کے بارے میں سوالات کرتا تو تسلی بخش جوابات پا کر اس کی دلچسپی مزید بڑھ جاتی۔ سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ کچھ مہینوں بعد شفقت سر ریحان کے محلے میں ہی منتقل ہو گئے۔ ریحان اور شفقت سر کے تعلقات بہتر ہوتے چلے گئے۔ اب اسکول کے علاوہ راستوں اور مسجد میں بھی ریحان اور شفقت سر کی ملاقات ہو جاتی۔ اکثر ان دونوں کی گفتگو کا موضوع اُردو زبان اور ادب ہوتا۔ ان کے ایما پر ریحان نے اُردو اخبارات اور رسائل پڑھنا شروع کر دیا اور اردو زبان پر اس کی پکڑ مضبوط ہونے لگی۔ اب وہ اپنے ہم جماعتوں کے مقابلے اچھی اردو بول لیتا تھا۔ اردو میں اس کے نمبر بھی بہتر آنے لگے۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اردو ادب میں پی ایچ ڈی ضرور کرے گا۔ صرف دو سال کے عرصے میں ریحان میں یہ تغیر لانے والے شفقت حسین سر تھے جو آج کل پریشان تھے۔

ایک دن ریحان ایک کلاسیکی ناول لیے شفقت سر کے گھر پہنچا۔ اسے ناول کے کچھ جملوں کا مطلب سمجھنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس کی یہ دشواری شفقت سر دور کر سکتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی وہ اس سلسلے میں ان کی مدد لے چکا تھا۔ کتابوں کے لین دین کے سلسلے میں بھی وہ، شفقت سر کے گھر کئی دفعہ جا چکا تھا۔ شفقت سر بھی مطالعے کے شوقین تھے۔ ان کے گھر میں چھوٹی سی لائبریری بھی تھی جہاں اردو اور انگریزی کی کتابیں سلیقے سے رکھی ہوئی تھیں۔ وہ اور ان کے گھر والے بڑے ملنسار تھے۔ سر کے گھر میں ان کے علاوہ بیوی، دو بچے اور بیمار والدہ رہائش پذیر تھے۔ مسلسل آنے جانے سے وہ تمام بھی ریحان کو پہچاننے لگے تھے۔

برآمدے سے گزر کر ریحان دروازے کے قریب پہنچا تو اس نے اندر ہونے والی گفتگو سنی اور اس کے قدم رک گئے۔

”گھر میں راشن ختم ہو گیا ہے۔ کب تک میں دکاندار سے ادھار مانگتی رہوں گی؟ اب اس نے بھی صاف جواب دے دیا ہے۔“

”اماں کی دوائیں بھی ختم ہو گئیں ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتا، پیسوں کا انتظام کیسے کروں؟ لاک ڈاؤن کی وجہ سے اسکول انتظامیہ بھی تنخواہ نہیں دے رہی ہے۔“ یہ شفقت سر کی درد بھری آواز تھی۔ ان کی اداسی بھری آواز سن کر ریحان کو

بہت دکھ ہوا۔

بہو اور بیٹے کی گفتگو سن کر شفقت سر کی والدہ کراہنے لگیں۔

ریحان اب پورا ماجرا سمجھ چکا تھا۔ اس نے اخبار میں پڑھا تھا کہ لاک ڈاؤن میں اساتذہ کو تنخواہیں نہیں مل رہی ہیں۔ اسے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ بظاہر خوش باش نظر آنے والے شفقت سر بھی اس مصیبت سے دوچار ہوں گے۔ اندر خاموشی چھا گئی۔ ریحان آگے بڑھا اور دروازے پر دستک دی۔

''آ جاؤ!'' شفقت سر کا جواب ملا اور وہ گھر میں داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر شفقت سر خوش ہو گئے۔ انہیں بھی اپنے قابل طالبِ علم سے بہت لگاؤ ہو گیا تھا۔ ان کی بزرگ والدہ کا چہرہ بھی خوشی سے کِھل اٹھا۔ انھیں ریحان میں اپنے بیٹے شفقت کا بچپن دکھائی دیتا تھا، اس لیے وہ ریحان کو بہت چاہنے لگی تھیں۔

ریحان کی دشواری شفقت سر نے فوراً حل کر دی۔ ریحان نے ان کی باتیں اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیں۔ اس نے سر سے اجازت طلب کی۔ شفقت سر نے مسکراتے ہوئے کہا، ''اِتنی جلدی کہاں چلے؟ چائے پیتے جاؤ!'' ان کی والدہ بھی اصرار کرنے لگیں۔ لیکن اسے سر کے مالی حالات کا اندازہ ہو چکا تھا۔ اس نے معذرت کی اور چلا آیا۔

گھر آ کر ریحان دوڑا دوڑا اپنے کمرے میں گیا اور الماری میں رکھی اپنی پاکٹ منی گننے لگا۔ لاک ڈاؤن کی وجہ سے دکانیں اور ہوٹل وغیرہ بند تھے، جس کی وجہ سے ریحان اپنا جیب خرچ استعمال نہیں کر پایا تھا۔ اس نے پیسے گنے، کل دو ہزار روپے نکلے۔ اسی وقت کمرے میں ریحان کی والدہ رحمت النساء بیگم داخل ہوئیں۔ وہ شہر کی معروف کالج میں معاشیات کی پروفیسر تھیں۔ انھوں نے ریحان کو پیسے گنتے دیکھا تو قدرے فکرمند ہوئیں۔ ریحان سے دریافت کیا تو ریحان نے انھیں سارا ماجرا کہہ سنایا۔ وہ ریحان کے استاد کے تئیں محبت اور مدد کا جذبہ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور انھوں نے اپنی طرف سے ریحان کو تین ہزار روپے دیے۔ ریحان کے والد راشد صاحب ایک کمپنی میں منیجر تھے۔ انھیں اپنے اکلوتے بیٹے کے نیک ارادے کی خبر ہوئی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انھوں نے پانچ ہزار روپے دے کر ریحان کی ہمت افزائی کی۔ اپنے والدین کی جانب سے مدد اور حوصلہ افزائی پا کر ریحان بہت خوش ہوا۔ اس کے پاس دس ہزار کی بڑی رقم جمع ہو گئی تھی جو شفقت سر کی مدد کے لیے کافی تھی۔ اس نے تمام پیسے سنبھال کر ایک باکس میں رکھے۔ اب ریحان رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ محلے میں گھپ اندھیرا ہو چکا تھا۔ ریحان گھر سے نکلا اور دبے پاؤں شفقت سر کے گھر پہنچا۔ برآمدے میں تھوڑی روشنی تھی۔ ریحان کو پتہ تھا کہ شفقت سر کے گھر والے ساڑھے دس بجے تک سو جاتے ہیں لیکن سر ساڑھے گیارہ بجے تک مطالعے میں غرق رہتے ہیں۔ ریحان نے پیسوں کا بکس دروازے کے پاس رکھا اور شفقت سر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

''کون ہے؟'' گہرے سناٹے میں شفقت سر کی بھاری آواز گونجی۔ ریحان اپنے گھر کی طرف دوڑ گیا۔

اس رات ریحان اور شفقت سر دونوں سکون کی نیند سوئے۔

■

Mr. Usaid Ashhar
Plot No. 109, Aqsa Nagar, Mehrun,
Jalgaon - 425001 (Maharashtra)
Mobile: 9766222406
Email: usaidashhar@gmail.com

نایاب حسن

ہمارا قومی گیت

'ہمارا قومی گیت' سید ابراہیم فکری کی کتاب ہے جس میں انھوں نے بہت ہی اختصار اور خوبصورتی کے ساتھ ہندوستان کے قومی گیت کی تاریخی سرگزشت بیان کی ہے اور اس تعلق سے بہت قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔

ہر ملک کے قومی ترانے کی غیر معمولی اہمیت ہوتی ہے کیونکہ اس کا تعلق وہاں کے شہریوں کے جذبات اور حب الوطنی سے ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس میں اس ملک کی ان خوبیوں اور خوبصورتیوں کا ذکر ہوتا ہے، جنھیں پڑھ کر انسان کے دل میں اپنے وطن کے تئیں فخر و مسرت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ ترانہ اسے اپنے ملک کی تعمیر و ترقی کی رفتار کو آگے بڑھانے اور اس کی خوبصورتی کو مزید نکھارنے کا حوصلہ بھی دیتا ہے۔ عموماً قومی گیتوں اور ترانوں میں ایسی قومی خصوصیات، ثقافتی امتیازات، تاریخی اوصاف اور جغرافیائی محاسن کا دلکش الفاظ میں تذکرہ کیا جاتا ہے، جسے سن کر ہر شہری کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگتا ہے اور اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ساری روئے زمین پر صرف اس کا ملک ان خوبیوں سے آراستہ ہے۔

جس زمانے میں آزادی کی تحریک چل رہی تھی، ان دنوں ہمارے قائدین اور جنگ آزادی کے عام سپاہیوں کی ہمت بڑھانے اور انھیں جذباتی و نفسیاتی مدد فراہم کرنے کے لیے ہمارے ملک کے متعدد شاعروں نے حب الوطنی کے جذبات کی نمائندگی کرنے والی بے شمار نظمیں لکھیں، جو آزادی کی تحریک کے دوران سیاسی جلسوں میں پڑھی جاتی تھیں اور انھیں سن کر عام شہریوں کے دلوں میں حصولِ آزادی کا شوق و ذوق پیدا ہوتا تھا۔ ایسی کئی نظمیں تھیں، مگر ان میں سے کچھ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی، جن میں سے ایک بنگلہ زبان میں بنکم چندر چٹرجی کا لکھا ہوا 'وندے ماترم' اہم ہے، اسے انھوں نے اپنے ناول 'آنند مٹھ' میں استعمال کیا تھا۔ یہ 1881 میں لکھا گیا اور اسی سال کانگریس کے جلسے میں اسے پڑھا بھی گیا، جس کے بعد غیر اعلانیہ طور پر اسے ایک قومی گیت کا درجہ حاصل ہو گیا اور انفرادی و اجتماعی موقعوں پر اسے گایا اور پڑھا جانے لگا۔

1904 میں علامہ اقبال نے بچوں کے لیے 'ترانۂ ہندی' کے عنوان سے ایک نظم لکھی جس میں ہندوستان کی جغرافیائی، علمی، ماحولیاتی اور تاریخی خوبیوں کو انھوں نے اپنے منفرد انداز میں بیان کیا، یہ نظم بھی منظر عام پر آتے ہی خوب مشہور ہوئی اور اسے بھی عوامی مجمعوں میں گایا جانے لگا، بہت جلد یہ نظم ہندوستان کے ہر خاص و عام کی زبان پر چڑھ گئی اور آزادی کے متوالے اسے اپنے جوش و ولولے کو تیز کرنے کے لیے استعمال کرنے لگے۔ سیکڑوں مدرسوں اور اسکولوں میں اسے صبح کے ترانے کے طور پر گایا جانے لگا۔ یہ نظم ان کے پہلے مجموعے 'بانگِ درا' میں شامل ہے۔

ایک گیت ہندوستان کے نوبل اعزاز یافتہ شاعر رابندر ناتھ ٹیگور نے 1911 میں 'جن گن من ادھینا یک جے ہے' کے عنوان سے لکھا، اسی سال کانگریس کے اجلاسِ کلکتہ

میں اسے پیش کیا گیا اور وہیں سے اسے بھی شہرت حاصل ہوگئی۔1912 میں یہ گیت پہلی بار 'تتو بودھنی پتریکا' میں شامل اشاعت کیا گیا، جس کے ایڈیٹر خود رابندناتھ ٹیگور تھے۔ 1919 میں انھوں نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی 'مارننگ سانگ' کے عنوان سے کیا، اسے بھی کئی کالجوں میں صبح کے ترانے کے طور پر گایا جانے لگا۔

آزادی کے بعد حکومت کے ارکان اور قومی رہنماؤں کے مشورے سے ٹیگور کے اسی گیت کو باضابطہ قومی ترانہ قرار دیا گیا، جب کہ وندے ماترم کو بھی اس کے برابر مانا گیا، کیونکہ جنگ آزادی میں اس کا بھی کردار تھا۔

زیرنظر کتاب میں وندے ماترم اور جن گن من دونوں گیتوں اور ان کے تخلیق کاروں پر گفتگو کی گئی ہے، چونکہ یہ دونوں گیت بنگلہ زبان میں ہیں اس لیے مصنف نے ان گیتوں کے منظوم اردو تراجم بھی اس کتاب میں شامل کیے ہیں، تاکہ اردو جاننے والے ان کے صحیح معنی و مفہوم کو سمجھ سکیں۔ ساتھ ہی بنکم چندر چٹرجی اور ٹیگور کے حالاتِ زندگی بھی مختصراً بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قومی ترانہ کن موقعوں پر گایا جاتا ہے اور اس میں کس قسم کی موسیقی اور بینڈ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے مختلف قانونی و دستوری پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

'ہمارا قومی گیت' میں 'جن گن من' کے تعلق سے پھیلی ہوئی ایک مشہور غلط فہمی کو بھی دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ ٹیگور نے یہ گیت شاہ برطانیہ جارج پنجم کی تعریف میں لکھا تھا، مصنف نے حوالے کے ساتھ درج کیا ہے کہ خود ٹیگور نے اپنے ایک خط میں اس کی نفی کی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اس گیت کی تخلیق شاہ برطانیہ کی مدح سرائی کے لیے ہوئی تھی، درست نہیں ہے۔ اس میں ٹیگور کی شاعری، ان کی حب الوطنی اور موسیقی سے ان کی دلچسپی وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

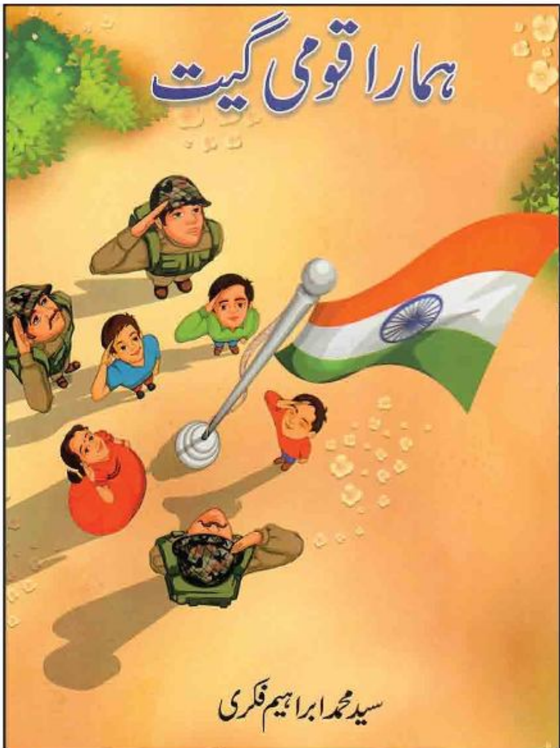

ہمارا قومی گیت مصنف: سید ابراہیم فکری، صفحات: 58
قیمت: 20، سنہ اشاعت: 2022
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔110025

آخر میں قومی ترانہ گانے، اس کا احترام کرنے کے تعلق سے عام شہریوں کی جو ذمے داری ہے، اسے بہت مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الغرض صرف 58 صفحات پر مشتمل اس کتاب کے ذریعے ہمارے ملک کے قومی گیت کے تعلق سے نہایت مفید اور کارآمد باتیں جاننے کو ملتی ہیں اور ہمیں اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

■

Md Nayab Hasan
Batla House, Jamia Nagar
New Delhi - 110025
Mob.:7011079777

رفیع الدین ناصر

میں قدرت کا عظیم شاہکار کلوروپلاسٹ ہوں

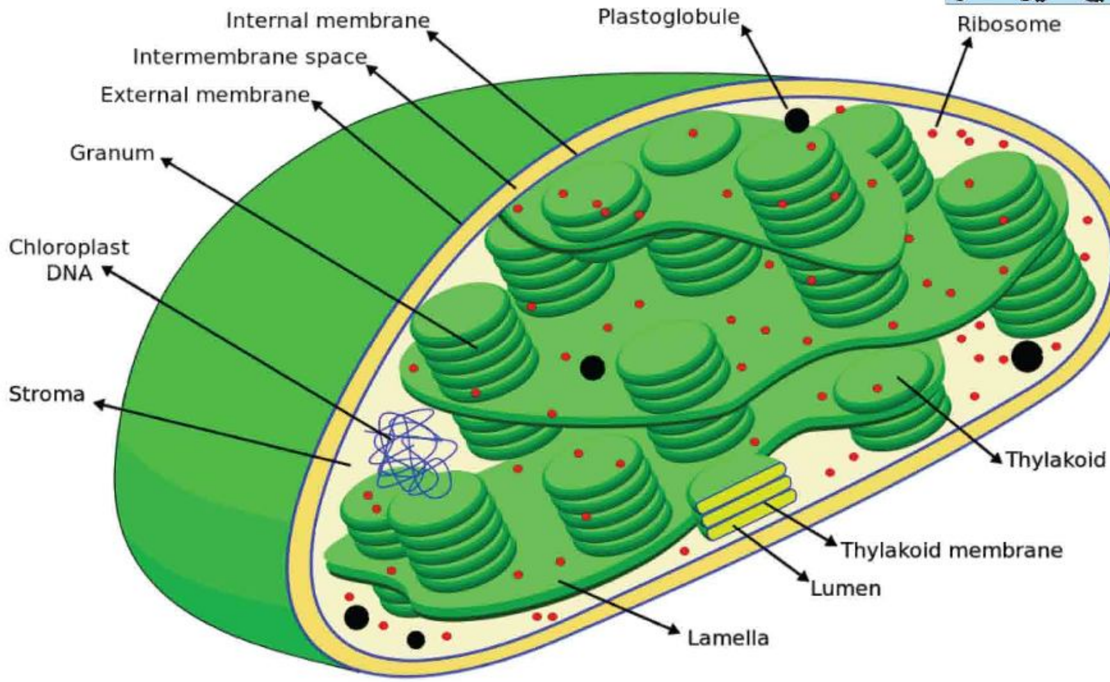

اچھے پیارے چھوٹے دوستو! یقیناً آپ جانتے ہوں گے کہ قدرت کی جانب سے زمین پر پیش کیا جانے والا سب سے عظیم مظاہرہ شعاعی ترکیب (Photosynthesis) ہے۔ یہ پورا عمل مجھ میں ہی مکمل ہوتا ہے۔ مجھ میں سبز ذرات موجود ہوتے ہیں، اس لیے مجھ کو سبزمایہ (کلوروپلاسٹ Chloroplast) کہتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے قدرت کے اس عظیم مظاہرے یعنی شعاعی ترکیب (ضیائی تالیف Photosynthesis) میں کیا ہوتا ہے؟ ہم آپ کو مختصراً بتاتے چلیں کہ اس میں زمین پر موجود سبز نباتات ماحول کی کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کو جذب کر کے آکسیجن گیس خارج کرتے ہیں جو ہمارے سانس لینے کے لیے ضروری ہے۔ اس دوران سورج کی توانائی یعنی شمسی توانائی (Solar energy) یہ کیمیائی توانائی میں تبدیل ہو کر پودوں میں ذخیرہ ہوتی ہے۔ اس عمل سے پودے نشوونما پاتے ہیں جس سے ہم کو پھل و ترکاریاں حاصل ہوتی ہیں، جس کو ہم غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

قدرت کا عظیم مظاہرہ مکمل طور پر مجھ میں یعنی کلوروپلاسٹ (سبزمایہ) میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اس لیے اب میں آپ کو اپنے بارے میں اُن تمام تفصیلات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں جو قدرت نے مجھ جیسے عضوچے (Organales) میں پنہا رکھی ہے۔

یقیناً آپ جانتے ہیں کہ خلیہ (Cell) کے بہت سارے

عضو چے (Organales) ہیں، اُس میں سے ایک میں ہوں۔ مجھے یہ نام 1837 میں دو سائنسدانوں Nehemiah grew اور Antonic van L.D. نے دیا۔ ان کے بعد Meyer نے 1883 میں میری ساخت بیان کی۔ اس کے بعد کئی سائنس دانوں نے میرے متعلق تحقیقات کیں اور نئی معلومات دنیا کے سامنے پیش کیں۔ اس کے باوجود ابھی تحقیقات جاری ہیں۔ پیارے بچو! جب آپ بڑے ہوجائیں تو اس میدان میں تحقیق کر کے دنیا کو نئی باتوں سے ضرور واقف کرائیں۔ لیکن اس کے لیے آپ کو میرے بارے میں بنیادی باتیں جاننا ضروری ہیں جو میں آپ کو بتانے جا رہا ہوں۔

سب سے پہلے تو میں یہ آپ کو بتلا دوں کہ میں رہتا کہاں ہوں۔ میرا گھر ہر ایک نباتی خلیے کے خلیہ مایہ (Cytoplasm) میں ہے۔ میں سبز کائی کے خلیات میں بھی پایا جاتا ہوں۔

اچھے دوستو! اب آپ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ میں دِکھتا کیسے ہوں۔ چلیے میں اپنی شکل وصورت کے بارے میں خود آپ کو بتاتا چلوں کہ بڑے پودوں کے خلیات میں دوہرے محدب (Biconvex) یا مستوی محدب (Planoconvex) شکل کا دکھائی دیتا ہوں جبکہ دیگر خلیات میں میری شکل وصورت تبدیل شدہ ہوتی ہے۔ عام طور سے میرے جسم کی موٹائی دو تا تین ملی مائکرون ہوتی ہے جبکہ قطر پانچ تا دس ملی مائکرون ہوتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قدرت نے مجھے کتنا چھوٹا بنایا ہے لیکن اس چھوٹی سی جسامت میں ہی ساری خدائی سمائی ہے۔ مختلف انواع کے خلیوں میں میری تعداد مختلف ہوتی ہے۔ لیکن ایک پودے کے تمام خلیوں میں میری تعداد مستقل رہتی ہے۔ اوسط سائز کی عام روشنی میں نمو پانے والے پودوں میں میری تعداد بیس تا چالیس درج کی گئی ہے جبکہ کچھ پودوں کے خلیوں میں میری تعداد ایک ہزار تک گنی گئی ہے۔

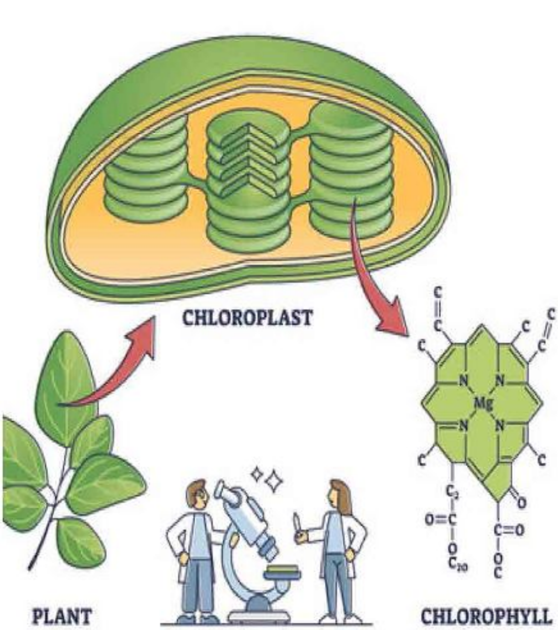

پیارے دوستو! اب میں آپ کو بتاتا چلوں کہ میرے اندر کون کون سے کیمیات (Chemicals) موجود ہوتے ہیں۔ مجھ میں کاربوہائیڈریٹس، چربی (Lipid)، پروٹین، سبز مائیہ (Chlorophyll)، کیروٹینائیڈس (Carotene and Xanthophylls)، ڈی این اے، آر این اے، کچھ خامرے (Enzymes) اور Coenzymes موجود رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھ میں دھاتی عناصر جیسے لوہا، تانبہ، میگنز اور زنک بھی ہوتے ہیں۔

آگر آپ انتہائی طاقتور خوردبین کی مدد سے میرا مشاہدہ کرنا چاہیں تو میرے اندر کے راز آپ پر آشکار ہوں گے۔ میں آپ کو ایک زنبیل کی طرح دکھائی دیتا ہوں، جس میں دو بڑے حصے موجود ہوتے ہیں۔ جنھیں قالب (Matrix) یا سیج (Stroma) اور دوسرے کو Grana کہتے ہیں۔ میری ساخت دہری جھلی سے گھری ہوتی ہے جس کو Peristomium کہتے ہیں۔ اس کے اندرونی جانب کے شفاف مادے کو قالب

(Matrix) کہتے ہیں، اس میں بے شمار خامرے پائے جاتے ہیں جو شعاعی ترکیب کے دوسرے مرحلے یعنی سیاہی تعمل (Dark Reacrion) میں اہم کردار انجام دیتے ہیں۔ اس سیج (Stroma) میں چپٹے اجسام موجود ہوتے ہیں۔ جنھیں Grana کہا جاتا ہے۔ اس انفرادی قرص کو Granum کہتے ہیں۔ اس میں شعاعی ترکیب کا پہلا مرحلہ ضیائی تعمل (Light Reaction) مکمل ہوتا ہے۔ ہر ایک انفرادی Granum میں پانچ سے پچاس قرص نما تختیاں موجود ہوتی ہیں جنھیں Thyalkoids کہتے ہیں اس کی اندرونی سطح پر انتہائی خورد بینی ذرات موجود ہوتے ہیں جنھیں Quantosomes کہتے ہیں۔ ہر ایک Quantosomes میں تقریباً 250 سے زائد سالمات موجود ہوتے ہیں جس میں سے شعاعی ترکیب میں حصہ لینے والے ذرات کلوروفل 'اے' کلوروفل 'بی' Xanthophyll اور Carotein ہوتے ہیں۔ یہ ذرات نامیاتی ہوتے ہیں۔ ان میں یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے کہ وہ مخصوص طیف کی روشنی کو جذب کریں اور کیمیائی مادوں میں تبدیل کریں۔ کلوروفلس مختلف اقسام کے ہوتے ہیں، ان میں کلوروفل 'اے' ذرہ سب سے اہم ہوتا ہے کیونکہ دیگر ذرات کی جذب کی گئی شمسی توانائی کو کلوروفل 'اے' خود کی انجذاب شدہ شمسی توانائی سے ملا کر اُسے کیمیائی توانائی یعنی کاربوہائیڈریٹ میں تبدیل کرتا ہے۔ اسی کے نتیجے میں پودے نشوونما پاتے ہیں۔ اُن پر پھول کھلتے ہیں جو بعد میں پھل میں تبدیل ہوتے ہیں۔ اس کیمیائی توانائی کو ہم پھل، پتوں (بھاجی)، تنہ (آلو)، جڑ (مولی) وغیرہ کی شکل میں غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اسی دوران Grana میں شمسی توانائی کی موجودگی میں دن میں ضیائی تعمل (Light Reaction) وقوع پذیر ہوتا ہے جس میں ماحول سے کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کے ساتھ ساتھ دیگر نقصان دہ گیسوں کا انجذاب ہوتا ہے، اس لیے کہا جاتا ہے کہ زیادہ پودے لگائیں کیونکہ وہ ماحول کی آلودگی کو ختم کرتے ہیں۔ یہ جذب شدہ گیس مختلف مراحل سے گذرتی ہیں۔ جس سے ماحول میں آکسیجن کا اخراج عمل میں آتا ہے جو تمام انسانوں اور جانوروں کو عمل تنفس (Respiration) کے لیے ضروری ہے۔

اچھے بچو! اب آپ جان گئے ہوں گے کہ میں کتنا اہم ہوں، مجھ سے تمام انسانوں کو زندہ رہنے کے لیے آکسیجن ملتی ہے۔ میرے ہی فعلیت کی بنیاد پر تمام جانوروں اور انسانوں کو غذا ملتی ہے۔ وہ میں ہی ہوں جو فضائی آلودگی ختم کرنے میں اہم رول ادا کرتا ہوں۔ قدرت کا میں ہی وہ عظیم شاہکار ہوں جو شمسی توانائی کو جذب کر کے غذائی توانائی میں تبدیل کرتا ہوں۔ میں اس دوران ATP کی شکل میں توانائی کو محفوظ کر لیتا ہوں جو دیگر مراحل میں استعمال میں آتی ہے۔ میری ہی صحت مند کارگذاری کی بنیاد پر دھاگے، گوند، پلپ، سیلولوز، latex وغیرہ کثیر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں جو صنعتوں کے لیے خام مال کا کام کرتے ہیں۔ اس وجہ سے میرا وجود انسانیت کی فلاح کا کام کرتا ہے۔ اس لیے میرا وجود برقرار رکھنے کے لیے پودوں کا وجود ضروری ہے۔ اس لیے پیارے بچو! آپ کو آخری بات بتاتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ پیڑ لگائیں اور بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

(تعارف نومبر 21 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Dr. Rafiuddin Naser
HOD Botany
Maulana Azad College of Arts Science & Commerce, Dr. Rafiq Zakaria Campus,
Rauza Bagh,
Aurangabad-431001 (MS)
Mobile : 9422211634

'بات' کی باتیں

بات: ء۔اسم مؤنث (1) شبد، لفظ، بول، کلمہ (2) گفتگو، قیل و قال، گفتار، مکالمہ، کلام (3) روزمرہ، بول چال، محاورہ، بولی، زبان، بھاکا (4) کہن، مقولہ، کہنا، کہا۔

باتوں پہ تیری بھولے ہوئے تھے پر اب یہ لوگ
حالت کو میری دیکھ کے ہشیار ہوگئے (ظہور)
صبح ہوئی آتی ہے اور رات چلی جاتی ہے
تیری اب تک بھی وہی بات چلی جاتی ہے (دل)

بات اٹھانا: ء۔فعل متعدی (1) سخت کلامی کا متحمل ہونا، ناگوار باتوں کو برداشت کرنا (3) مان رکھنا، آرزو پوری کرنا، بجالانا، حکم بجالانا (3) سوال یا قول کو رد کرنا، بات نہ ماننا۔

بات الٹنا: ء۔فعل متعدی (1) ردِ کلام کرنا (2) اپنی پہلی کہن کو بدل کر کہنا، بات کو پلٹ دینا۔

بات آنا: ء۔فعل لازم (1) الزام آنا، حرف آنا، برائی آنا (2) سگائی آنا، نسبت آنا۔

بات بات میں: ء۔تابع فعل (1) ہر بات میں، ہر ایک کلام اور ہر ایک کام میں، ہر دفعہ، ہر بار، ہر طرح سے، ادنیٰ ادنیٰ بات میں (2) سرتاسر، بالکل۔

بات بات میں چھری کٹاری: ء۔(محاورہ عو۔) ہر بات میں کشت و خون کی تیاری، ہر بات پر لڑائی کا سامان، ہر وقت لڑائی اور طعنہ زنی۔

بات باندھنا: ء۔فعل لازم (پورب) جھوٹی دلیل کرنا، راستی سے گزرنا، خلاف بیانی کرنا، مکرنا۔

بات بدلنا: ء۔فعل متعدی، زبان پھیرنا، سخن کرنا، کہہ کر پلٹنا۔

بات بڑھانا: ء۔فعل متعدی (1) کلام کو طول دینا، بحث بڑھانا، طول کلامی کرنا (2) فساد برپا کرنا، فوق دینا، تائید کلام کرنا، تقویت دینا، پشتی کرنا۔

بات بڑھنا: ء۔فعل لازم۔ (1) طول کلام ہونا (2) تکرار بڑھنا، فساد زیادہ ہونا، راڑ بڑھنا۔

بات بڑی کرنا: ء۔فعل متعدی (1) مطلب کھونا، کھنڈت کرنا، موقع کھونا، کام بگاڑنا (2) عزت میں فرق لانا، ساکھ بگاڑنا، پت کھونا۔

بات بگڑنا: ء۔فعل لازم (1) کلام بگڑنا، کھنڈت ہونا (2) عزت اور ساکھ میں فرق آنا، دوالہ نکلنا، برباد ہونا، تباہ ہونا، حیثیت بگڑنا۔

بات بنا: ء۔فعل لازم (1) گھڑت ہونا، افترا ہونا (2) کامیاب ہونا، آبرو پیدا ہونا، ساکھ بنا، بول بالا ہونا (2) موقع بنا، ڈھب بنا۔

بات بنانا: ء۔فعل متعدی (1) بات گھڑنا، سخن سازی کرنا، گھڑت کرنا، جھوٹ بولنا، فریب بنانا، بیجا عذر کرنا، حیلہ بنانا (2) عزت بنانا، آبرو پیدا کرنا، نام حاصل کرنا، وقعت پانا۔

بات پانا: ء۔فعل متعدی (1) مطلب کو پہنچنا، تہ کو پہنچنا، منشا اور عندیہ پانا (2) عمدگی اور بھلائی دیکھنا (فرہ) اس میں کیا بات پائی جس سے لوٹ گئے۔

بات پر آنا: ء۔فعل لازم، قول کی پچ کرنا، ضد پر آنا، ہٹ پر آنا۔

بات پر بات یاد آنا: ء۔فعل لازم، تذکرہ آنا، ذکر میں ذکر آجانا، مثل پر مثل یاد آنا۔

بات پر جانا: ء۔فعل لازم (1) کسی کی بات کا خیال کرنا، کسی کے کہنے پر بگڑنا (2) کسی کے کہنے پر اعتماد کرنا۔

بات پکڑنا: ء۔فعل متعدی (1) کسی کے قول کی گرفت کرنا، نکتہ چینی کرنا، نقص نکالنا، حجت بیجا کرنا، کسی شخص کو اس کے قول سے قائل کرنا، کلام میں حجت نکالنا۔

بات پکی کرنا: ہ۔ فعل متعدی۔ پختت و پز کرنا، اقرار و مدار کو مضبوط کرنا۔

بات پکی ہونا: ہ۔ فعل لازم۔ عہد واثق ہونا۔

بات پلٹنا: ہ۔ فعل لازم۔ دیکھو (بات بدلنا)

بات پوچھنا: ہ۔ فعل متعدی۔ دریافت کرنا (2) خبر لینا، خبر گیراں ہونا (3) خاطر و مدارت کرنا، عزت سے پیش آنا، کسی کی طرف متوجہ اور ملتفت ہونا۔

بات پہ بات یاد آنا: ہ۔ فعل لازم۔ دیکھو (بات پر بات یاد آنا)

بات پھوٹنا: ہ۔ فعل لازم۔ بھید کھلنا، افشائے راز ہونا، بھانڈا پھوڑنا۔

بات پھیرنا: ہ۔ فعل لازم۔ دیکھو (بات پلٹنا)

بات پھیلانا: ہ۔ فعل متعدی۔ کسی امر کی شہرت دینا، کسی بات کو شائع کرنا، چرچا کرنا، بات بڑھانا۔

بات پھیلنا: ہ۔ فعل لازم۔ (1) بات مشہور ہونا، طشت از بام ہونا، مشتہر ہونا (2) بات کا طول پکڑنا اور بڑھنا۔

بات پھینکنا: ہ۔ فعل لازم۔ طعنہ مارنا، آوازہ کسنا، رموز پھینکنا، بولی ٹھولی مارنا۔

بات پی جانا: ہ۔ فعل متعدی۔ کسی بات سے درگزر کر جانا۔

بات پینا: ہ۔ فعل متعدی۔ کسی بات کا متحمل ہونا، سخت بات کو برداشت کرنا، کچھ سن کر چپ ہو رہنا، درگزر کرنا۔

بات تو یہ ہے: ہ۔ تابع فعل۔ مطلب تو یہ ہے۔ خلاصہ تو یہ ہے، الغرض، القصہ، الحاصل۔

بات ٹالنا: ہ۔ فعل متعدی، سنی ان سنی کرنا، اصل بات کا جواب نہ دینا، اور باتیں کرنا۔

بات ٹھہرنا یا ٹھیرنا: ہ۔ فعل متعدی (1) تجویز قرار پانا، کسی امر کا تعین ہونا، کسی بات کا مقرر ہونا

بات جانا: ہ۔ فعل لازم۔ اعتبار جانا، ساکھ جانا، عزت میں فرق آنا۔

بات جمانا: ہ۔ فعل متعدی۔ بات کرسی نشین کرنا، کسی بات کو دوسرے شخص کے ذہن نشین کر دینا۔

بات جو چاہے آپنی پانی مانگ نہ پی: (کہاوت) یعنی اپنی عزت چاہے تو کسی کا احسان نہ لے۔

بات چبا جانا: ہ۔ فعل متعدی۔ کچھ کہتے کہتے چپ ہو رہنا، یا اس مدعا کو جھٹ اور قالب میں بدل دینا۔

بات چلانا: ہ۔ فعل متعدی۔ ذکر چھیڑنا، ذکر شروع کرنا۔

بات چلنا: ہ۔ فعل لازم۔ ذکر چھیڑنا، ذکر شروع ہونا۔

بات چیت: ہ۔ اسم مؤنث۔ بول چال، گفت وشنید، گفتگو

بات دہرانا: ہ۔ فعل لازم۔ ایک بات کو دوبارہ کہنا پھر کر کہنا، از سر نو کہنا۔

بات دینی آنا: ہ۔ فعل لازم۔ بازپرس کا مستوجب ہونا، جواب دہی کا ذمہ دار ہونا۔

بات ڈالنا: ہ۔ فعل متعدی (1) بات گرانا، کسی قول یا سوال کو پذیرا نہ کرنا، کہا نہ ماننا (2) بات پیش کرنا، جیسے یہ بات پنچوں میں ڈالو۔

بات رکھ لینا: ہ۔ فعل متعدی (1) کہا مان لینا، قول نہ ٹالنا (2) عزت رکھ لینا، ساکھ نہ بگڑنے دینا (3) عیب چھپا دینا، پردہ رکھ لینا۔

بات رہ جانا: ہ۔ فعل لازم (1) عزت رہ جانا (2) الزام اور برائی رہ جانا، بدی یا نیکی کا قائم رہنا (4) یادگاری کا باعث رہنا، برائی یا بھلائی رہنا۔

بات رہنا: ہ۔ فعل لازم۔ عزت و آبرو رہنا۔

بات صحیح کرنا: ہ۔ فعل متعدی۔ کسی بات کی تصدیق کرنی، بات کا ثبوت پہنچانا۔

■

ماخذ: فرہنگ آصفیہ (جلد اوّل)، **مولفہ:** خاں صاحب مولوی سید احمد دہلوی، **پانچویں طباعت:** 2016، **قیمت:** 610، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

چمن چمن کے پھول

شاعری میں بڑی طاقت ہے۔ اس سے تحریر و تقریر میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، خطاب میں زور اور تحریر میں قوت پیدا کرنے کے لیے اشعار کا استعمال بہت کارگر ہوتا ہے۔ پرانے زمانے کے لوگوں کو استاد شعرا کے ہزاروں اشعار یاد ہوا کرتے تھے اور وہ موقعے کی مناسبت سے ان اشعار کا استعمال بھی کیا کرتے تھے۔

'چمن چمن کے پھول' میں مختلف رنگ اور شاعروں کے شعر اس لیے دیے جاتے ہیں تاکہ بچے موضوع کی مناسبت سے اچھے اشعار یاد کریں اور اپنی تحریر و تقریر میں اشعار کا موزوں اور برمحل استعمال کرسکیں۔ (ادارہ)

پلٹ سی گئی ہے زمانے کی کایا
نیا سال آیا نیا سال آیا

—اختر شیرانی

سال نو آتا ہے تو محفوظ کرلیتا ہوں میں
کچھ پرانے سے کلینڈر ذہن کی دیوار پر

—آزاد گلاٹی

یکم جنوری ہے نیا سال ہے
دسمبر میں پوچھوں گا کیا حال ہے

—امیر قزلباش

دلہن بنی ہوئی ہیں راہیں
جشن مناؤ سال نو کے

—ساحر لدھیانوی

چہرے سے جھاڑ پچھلے برس کی کدورتیں
دیوار سے پرانا کلینڈر اتار دے

—ظفر اقبال

پچھلا برس تو خون رلا کر گزر گیا
کیا گل کھلائے گا یہ نیا سال دوستو

—فاروق انجینئر

تو نیا ہے تو دکھا صبح نئی شام نئی
ورنہ ان آنکھوں نے دیکھے ہیں نئے سال کئی

—فیض لدھیانوی

گزشتہ سال کوئی مصلحت رہی ہوگی
گزشتہ سال کے سکھ اب کے سال دے مولا

—لیاقت علی عاصم

نہ کوئی رنج کا لمحہ کسی کے پاس آئے
خدا کرے کہ نیا سال سب کو راس آئے

—نامعلوم

نئے سال میں پچھلی نفرت بھلا دیں
چلو اپنی دنیا کو جنت بنا دیں

—نامعلوم

اب کے بار مل کے یوں سال نو منائیں گے
رنجشیں بھلا کر ہم نفرتیں مٹائیں گے

—نامعلوم

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ
نئے آسمانوں سے آنکھیں ملاؤ

—نامعلوم

ننھے فنکار

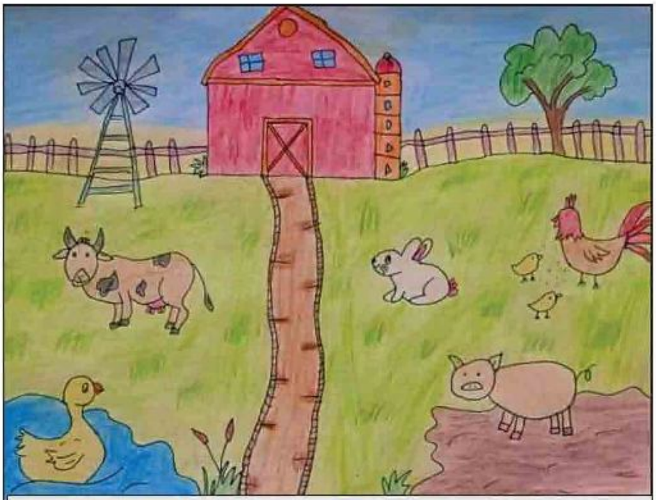

محمد مصعب بن مولانا عادل ندوی، درجہ نہم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول، چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

ربیعہ کوثر محمد ساجد عالم، گورنمنٹ اردو گرلز ہائر سیکنڈری اسکول
حریر پورہ برہانپور، مدھیہ پردیش

مشیرہ رحمت، درجہ ششم، زیبا باغ، آصف نگر، حیدرآباد، تلنگانہ

عروبہ فیصل، درجہ ششم، تعلیم الدین نسواں انٹر کالج، مئو، یوپی

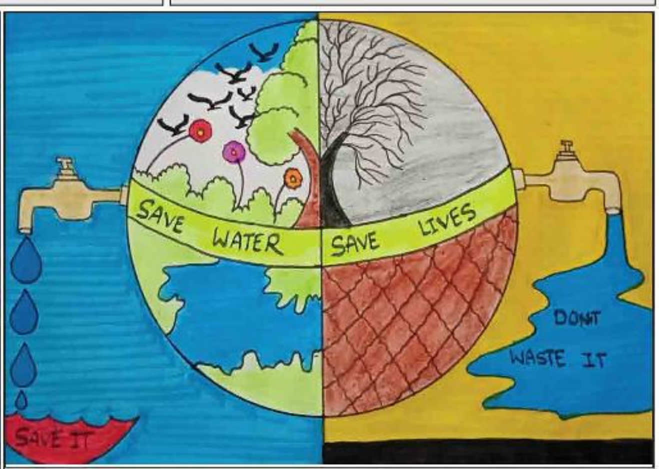

اشفع بتول جعفریہ لٹل فلاورس کانوینٹ اسکول، جعفرآباد، جلال پور، امبیڈکر نگر، یوپی

عائشہ شفیق بنت شفیق الرحمٰن، درجہ پنجم، سر اقبال پبلک اسکول (بلڈنگ نمبر 1)، مئو، یوپی

محمد ریان، درجہ سوم، ملاپورم، کیرالہ

زوبیہ عرش بنت رئیس احمد، درجہ ہفتم، اسیر کالونی، امراوتی، مہاراشٹر

شاہی عالم، دارالہدیٰ اسلامک اکیڈمی، بھیم پور، مغربی بنگال

ماریہ مبشرین ریحان ربانی، درجہ ہشتم، جے اے ٹی گرلس، ہائی اسکول اینڈ جونیئر کالج
اسلام پور، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر

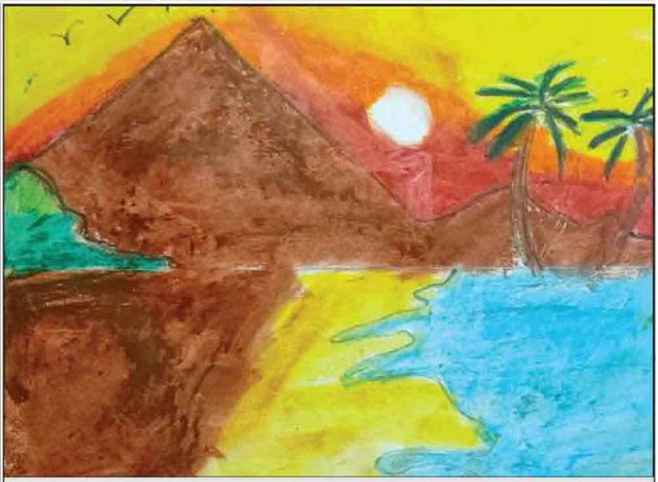

محمد زید حسن، درجہ چہارم، گارڈین ریچ، مٹیابرج، کولکاتا، مغربی بنگال

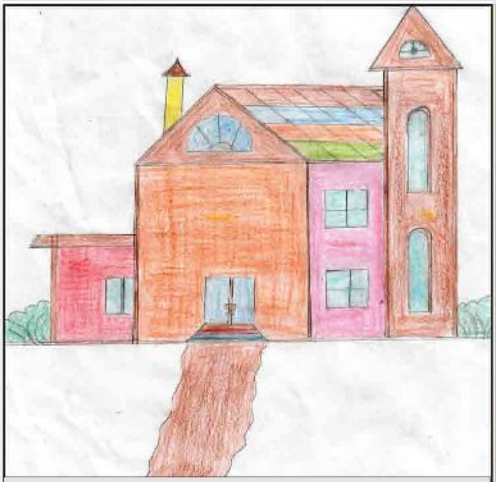

عطیہ بی شیخ رفیق، درجہ پنجم، منڈی اردو پرائمری اسکول نمبر1، برہانپور، مدھیہ پردیش

خبرنامہ

یوم اطفال کے موقعے پر
بچوں کی ثقافتی سرگرمیوں کی تصویری جھلکیاں

COLD DRINK
Rs 10/-
12

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

- رسالے میں بچوں کے ادیبوں کے تعارف اور تصویر کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے تاکہ بچوں کے ادیبوں کی ڈائرکٹری ترتیب دینے والوں کو مدد مل سکے۔
- معلومات عامہ، صحت، زبان شناسی، تاریخ، تہذیب، سائنس و ٹیکنالوجی، جغرافیہ، آثار قدیمہ اور اہم شخصیات سے متعلق تخلیقات ترجیحی طور پر شائع کی جائیں گی۔
- 'مستقبل کے قلمکار' عنوان کے تحت بچوں کی تحریروں کو خاص طور پر شائع کیا جائے گا۔
- بچوں کے ادیبوں کے انٹرویوز اور رسائل کے مدیران پر ایک سیریز شروع کی جائے گی۔

قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

——ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, जनवरी 2023, वर्ष 11, अंक 01
BACHON KI DUNIYA Monthly, January 2023 Vol. 11, Issuc: 01
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2022-24
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/12/2022
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت
ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دل چسپ کتابیں

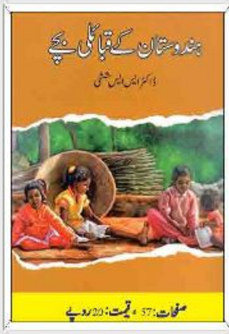

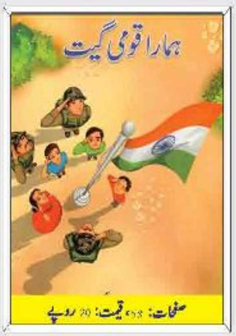

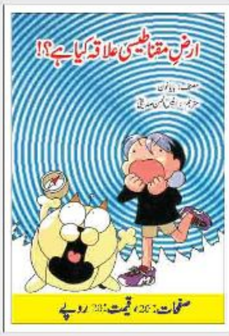

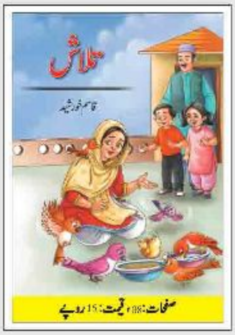

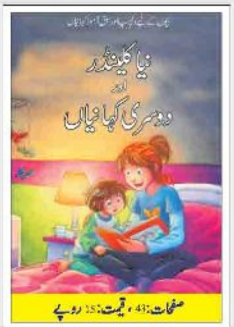

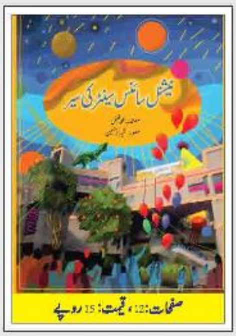

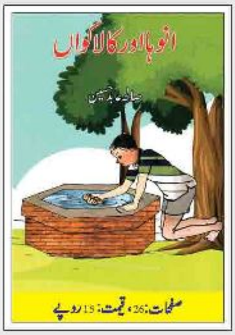

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی–110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.:sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Aquil Ahmad, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.
LPC DELHI DELHI PSO DELHI RMS DELHI-6